رسالة العقيدة بمن

ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ

بحمد اللہ والمنۃ کہ حسب فرمایش جناب مولوی [illegible] علیخان صاحب

رئیس [illegible] است برکاتہم واعانت شان مرد تائید

١٣٠٨ھ

تقیہ در ثبوت تقیہ

زیب دستخط جناب مولانا و مقتدانا مجتہد العصر قبلہ و کعبہ

سلطان العلما جناب سید محمد صاحب دام ظلہم العالی

در مطبع مجمع البحرین لودیانہ طبع شد

باسمه سبحانه

لقد أحسن وأجاد
فيما سمح به وأفاد مؤلف هذا المؤلف
بطبعه الوقاد وذهنه النقاد سلالة الأطياب
الأمجاد سمي العاشر من حجج الله على العباد صلوات الله عليهم
إلى يوم التناد نفعه ذريه حيث شمر عن ساعد الجد والاجتهاد وبالغ
في الجهاد والجلاد فمزقت أظهر الأوغاد أولي البغي والعناد
وذوي الحقد واللداد أتباع السامري وفرعون
وشداد عليهم ما عليهم ما دارت السبع الشداد حرس الله
مؤلفه من شرور الحساد وجزاه خير الجزاء عن الأجداد
حرره أضعف العباد محمد بن علي بن محمد
الرضوي عفي عنهم
يوم المعاد +

واجد علي شاه بن سيد المرحوم امجد علي
مجتهد العصر سلطان العلماء ...
[illegible]
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا الی خیر الشرایع والادیان و سھل لنا سلوک مسالک الاحکام بغایۃ
طولہ والامتنان حتی اجاز لنا التقیۃ فی بعض الاحیان من اھل الشنآن والعدوان بحکم محکم القرآن
من کفر من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان والصلوۃ علی نبیہ المبعوث علی کافۃ الانس
والجان وخلفائہ من اھلبیتہ الھداۃ الی سبیل الجنان بعد حمد و صلوۃ کے معلوم ہو کہ ان دنوں ایک رسالہ
بعض احبار زمان کا در باب ابطال تقیہ مرتبہ سراپا سودائے خام اور خیالات واہیہ سے مملو و مشحون ہے اور شبہات و دلائل
اوسکی محض لغو و لاطائل ہیں بملاحظہ عالیجناب قدسی القاب قبلہ و کعبہ سادات و مومنین مقتدای محبان آل طہ و
یسین فرزند مظہر العجائب امام غائب بہار گلشن جعفری آب شمشیر حیدری الذاب عن شریعۃ جدہ خیر البریۃ الکاسر
للشوکۃ العمریۃ بالغیرۃ الحیدریۃ رئیس الفقہاء والمجتہدین مروج الملۃ والدین سلطان العلماء والمتکلمین العلامۃ الاوحد
ملاذنا و استاد الکل فی الکل مولانا السید محمد لازالت رایات ہدایاتہ عالیۃ و ما برحت فیوض افاداتہ متتابعۃ
پیش ہوا ہرچند وہ رسالہ بسبب تعصبات و ذکر دلائل لغو نا ثبات کے قابل جواب و لائق التفات نہ تھا لاکن برائے
دفع شبہات عوام کالانعام کے کمترین مستفید از بزم ہدایت مآل جاگزین صف نعال اہل کمال عفی اللہ عنہ
عن جرائمہ بمحمد و آلہ خیر آل و اسلم تحریر جواب باصواب کی مامور ہوا از انجا کہ امتثال فرمان واجب الاذعان
ذمہ کمترین پر واجب لازم تھا لاجرم بعد لا خاص عزلت [illegible] رداً علی مخالفی اہل البیت بکمال استعجال
و پریشانی حال جواب مختصر اوسکا تحریر کیا لہذا [illegible] امید ہے
کہ یہ جواب موسوم بہ ادلۂ نقیہ در ثبوت التقیہ سبب اجر و ثواب [illegible]

اور پسندیدہ خواطر اولو الالباب خاصۃ جناب ممدوح الالقاب ہووی و باللّٰہ استعین انہ خیر ناصر و معین

قال صاحب الرسالۃ اما بعد پوشیدہ نرہی حضرت امیر اور بعد اونکی ائمہ اہلبیت سلام اللہ علیہم اجمعین
اور صحابہ اور تابعین باہم معتقدات دینی مین متفق رہے اور کبھی اصول و عقائد دین بلکہ بیاہ شادی مین بھی
جدائی نہ پائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ آپسمین جمیع معتقدات دین مین اتفاق رکھتی ہین **اقول وبہ نستعین**
اس مقام مین صاحب رسالہ نی شاہراہ استدلال سی منحرف ہوکر مضامین غیر صحیحہ بیان کئی ہین اور مانند فرقہ سوفسطائیہ
کی انکار امور بدیہیہ کا اختیار کیا ہی اور واسطی فریب دہی عوام کالانعام کی دام مکر و تزویر پھیلایا ہی لاکن لطف یہہ ہے
کہ بمفاد وھم لا یشعرون خود اوس دام مکر و کید مین اسیر ہوگیا یعنی باوجود دعوای محبت بلکہ عقیدت و ارادت
با اہل بیت نبوت کہ محض لسانی ہے ابتک معرفت رتبہ اور منزلت اہلبیت طاہرین کی اوسکو حاصل نہین ہوئی
کہ بکمال بیحجابی دعوای اتفاق و اتحاد صحابہ با اہلبیت نبوت زبان پر لایا ہی حالانکہ اتحاد و اتفاق کا اطلاق اون
لوگون پر ہوتا ہی کہ جو باہم درجات اور مراتب و فضل و شرف مین مساوی ہون اور ہمیشہ بعض غلام کو ساتھ آقا کی اور
تابع کو ساتھ متبوع کی متحد اور متفق نہین کہتی بلکہ یون کہتی ہین کہ فلان غلام اپنی آقا کا مطیع اور فرمان بردار ہے ۴
اور یہی نسبت صحابہ کو ساتھ اہلبیت کی ہے اسواسطی کہ حضرات اہلبیت معصومین بحکم احادیث متفق
علیہا بین الفریقین مانند حدیث ثقلین اور حدیث اهل بیتی کسفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف
عنها ضل وغرق وهوی شریک اور سہیم کتاب خدا کی ہین اور مانند قران مجید کی اتباع اونکا واجب و لازم
ہی اور تارک اونکا تارک ہدایت اور غریق لجہ ضلالت و غوایت ہی پس صحابہ کا متحد و متفق ہونا جب صحیح ہوتا
کہ اہلبیت اور صحابہ باہم درجات اور مراتب مین مساوی ہوتی حالانکہ کجا صحابہ و تابعین اور کجا اہلبیت طیبین
و طاہرین ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک + اس جگہہ سی معلوم ہوا کہ ہنوز صاحب رسالہ اہل بیت نبوت
و رسالت سی مطلق واقف و آشنا نہین اور محض واسطی فریب دہی عوام ناس کے دعوی اتفاق و اتحاد صحابہ
با اہلبیت زبان پر لایا ہی حالانکہ خود اوسی فریب مین گرفتار ہو گیا یخادعون اللہ والذین امنوا
وما یخدعون الا انفسهم وما یشعرون اور قطع نظر اس کلام سی ہم کہتی ہین کہ مقصود صاحب رسالہ اور دیگر
علمای اہلسنت کا اس کلام مختل النظام سی یہ ہی کہ صحابہ باہم ہمیشہ متفق تھے اور ساتھ اہلبیت طاہرین کے بھی اتفاق
او اتحاد رکھتی تھی اور یہہ دعوی بدیہی البطلان بلکہ بازیچہ اطفال دبستان ہی مخالفت صحابہ او بعض کے
جناب امیر المومنین اور ائمہ معصومین سی علیہم السلام مشتہر با مثل بلکہ مستغنی عن البیان اور مانند آفتاب تابان

بدبان عیاں ہی کتب معتبرہ اہلسنت السے مخالفت سی ملوا و مشہور علمائی اور خود علمائی اہلسنت نی بھی اہلسنت کی مجموعہ
اسکا کیا ہی چنانچہ ملا سعد الدین تفتازانی نی شرح مقاصد مین لکھا ہی یعنی ان ما وقع بین الصحابہ رضی اللہ
علیہم من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقات
یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث لہ الحقد
والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی
معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوما الا ان العلماء لحسن ظنہم باصحاب رسول اللہ ذکروا
لہا محامل وتاویلات بہا تلیق وذہبوا الی انہم محفوظون عما یوجب التضلیل والتفسیق
صونا لعقائد المسلمین عن الزیغ والضلالۃ فی حق کبار الصحابۃ رضوان اللہ علیہم سیما المہاجرین
منہم والانصار والمبشرین بالثواب فی دار القرار رضوان اللہ علیہم اجمعین واما ما جری بعدہم
من الظلم علی اہلبیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن الظہور بحیث لا مجال للاخفاء ومن الشناعۃ
بحیث لا اشتباہ علی الاراء اذ کاد یشہد بہ الجماد والعجماء ویبکی لہ الارض والسماء وتنہد
۵ منہ الجبال وتنشق الصخور ویبقی سوء عملہ علی کر الشہور ومر الدہور فلعنۃ اللہ علی
من باشر او رضی او سعی ولعذاب الآخرۃ اشد وابقی انتہی بعض کلامہ معنی اس کلام کی یہ ہین کہ جو کچھ واقع ہوا
درمیان صحابہ کی محاربات اور منازعات سی اوپر اوس وجہ کی کہ کتب تواریخ مین مسطور اور زبانہای ثقات پر
مذکور ہین دلالت ظاہری کرتا ہی اس امر پر کہ بعض صحابہ طریق حق سی پھر گئی تھی اور حد ظلم اور فسق تک پہونچی
اور تھا سبب اسکا عداوت اور عناد اور بغض و حسد اور طلب ملک و ریاست اور میل طرف لذات و شہوات کی سوائی
کہ نہین ہی ہر ایک صحابہ سی معصوم اور نہ ہر ایک اونمین سی مخبر ہی مگر یہ کہ علمانی بسبب حسن ظن کے اون امور کے
تاویلات ذکر کئی ہین جو اونکی لائق ہین اور گئی ہین طرف اس امر کی کہ وہ تضلیل اور تفسیق سی بری ہین تا کہ عقائد
مسلمین زیغ و ضلال سے محفوظ رہین بیچ حق کبار صحابہ کی خاصہ مہاجرین و انصار کی جو بشارت دی گئی ہین
ساتھ ثواب کی بیچ دار قرار کی اور جو کچھ کہ واقع ہوا بعد اونکی ظلم اوپر اہلبیت نبی کی پس وہ ایسا ظاہر ہے
کہ مجال اخفا نہین اور اوسکی شناعت ایسی ہے کہ عقول پر مخفی نہین ہو سکتی اور قریب ہی کہ گواہی دین
اوسکی جمادات اور حیوانات عجما اور روئین اونکی لئی اہل زمین و سما اور پھٹ جاوین اوس سی پہاڑ اور شق ہو جاوین
پتھر اور باقی رہیگا سوء عمل اوسکا ہمیشہ پس لعنت خدا کی اوس شخص پر کہ جو مباشر اسکا ہوا یا راضی ہوا

اوسکی بہن کی برآئیں نواب آنحضرت شدید تر اور بانندہ تر ہی افوات سبحان اللہ انطق کل شیٔ بکلام
تو قدرت پروردگار ہے اب صاحب رسالہ اور اوسکی اولیا و اعوان کو تراب و تراب در موج و حباب اور
قشر و لباب میں فرق نہیں کرتی اگر ابہی سیرت نہ ہو تو مرسی بازآئیں تو بچشم انصاف اس عبارت میں ملاحظہ
کریں کہ شارح مقاصد نے مطالب مقاصد میں وہم فاسد اور شناعت کاسد قوم کو کیسا صاف منشور کر دیا اور
بالتصریح کہدیا کہ بعضے صحابہ طریق حق سے منحرف ہو گئی اور بسبب تعدی حدود الٰہی کے حد ظلم و فسق تک
پہونچی تہی اور اسی شدومد سے قاعدہ مخترعہ الصحابۃ کلہم عدول سے عدول کیا اور کہا کہ ہر صحابی نہ معصوم تہا اور نہ
محفوظ اور باعلان تمام ظاہر کر دیا کہ سبب ان محاربات اور منازعات کا نہ تہا مگر بغض اور حسد و عناد اور طلب حکومت
و ریاست اور میل شہوات و لذات الحق یہ کلام مصداق حدیث خیر الانام ہی کہ اون حضرت نے فرمایا ستحرصون
علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیمۃ فنعمت المرضعۃ وبئست الفاطمۃ کما نقلہ الشارح ایضاً
عن البخاری وغیرہ یہ کلام مخبر صادق دلالت کرتا ہی کہ جماعہ اصحاب سے کہ مصداق واذا رأیتہم تعجبک اجسامہم
وان یقولوا تسمع لقولہم ہے طلب جاہ و حکومت و ریاست و امامت کی اور وہ ریاست امارت اونکی حال
ہوئی اور عنقریب وہ امارت بروز قیامت سبب ندامت ہوگی والا کذب مخبر صادق لازم آتا ہی اور ظاہر ہے کہ جماعہ
صحابہ مصداق خطاب جناب ختمی مآب ہیں اور اہل مراتب جمیع زمین ہیں پس اب اہلسنت خدا کو حاضر و ناظر جانکر
بتلائیں کہ وہ صحابہ کون ہیں کہ جنہوں نے طمع ریاست و امارت کی اور وہ ریاست و امارت سبب ندامت بروز
قیامت اونکے حق میں ہوگی وہ کون ہیں یہہ وہی لوگ ہیں کہ جنکے بیعت سے جناب امیر نے انکار کیا اور انہی کی خبر
یہہ ہے اور خلیفہ ثانی نے ارادہ اونکے گہر جلا دینے کا کیا چنانچہ یہہ امر بطریق اختصار عنقریب مجملاً مذکور ہوگا
اور یہ عبارت ملا سعد الدین کی بہی اس امر پر گواہی دیتی ہے اور اگر فقط معاویہ کو مصداق حدیث قرار دیں
تو لا معاویہ بہی خلیفہ برحق تہا اور بقول پیر دستگیر اہلسنت خلافت اوسکی آسمان سے نازل ہو چکی تہی اور
اور بقول صاحب صواعق بلکہ بقول شارح مقاصد وہ بہی مجتہد تہا اور مجتہد کو اگر خاطی ہے تو ایک اجر ہوتا ہے
اور خود شارح مقاصد نے کہا ہے کہ حرب صفین سبب تفسیق معویہ نہیں ہو سکتی چہ جائے تضلیل و تکفیر پس معاویہ
مصداق اس حدیث کا کیونکر ہو سکتا ہی اور تا کیا معویہ فرد واحد ہی اور مصداق حدیث جماعت صحابہ ہے پس
لااقل تین سے کم ہونگی پس بجز اصحاب ثلاثہ کی کوئی مصداق حدیث نہیں فتامل حتی یاتیک الیقین
اور واضح ہو کہ ملا سعد الدین نے جا بجا کلام سوم میں نقل کیا ہے کہ علما نے بسبب حسن ظن کی اسکی تاویلیں

اور لطیفہ یہ ہے کہ اپنا لیں جو بحکم تعصب نظام سبب عدم فہم غوامض علوم الٰہیہ کے غفلت و نسیان سے سبحان اللہ
تاویل اوس مقام میں ہوتی ہے کہ جو سہو سے پوشیدہ ہو سکی اور جو خود شارح مقاصد نے اعتراف کیا ہے کہ اخبار
و دلیل و دلالات ظاہری ایسے کرتی ہیں کہ وہ راہ حق سے منحرف ہو گئے اور حد ظلم و فسق کو پہونچے اور سبب انکار اس
کے بغض و عناد و لدادت حق کے خود سے پر واقعہ ہو کر اعتراف کیا کہ ہر صحابی نہ معصوم تھا اور نہ ہر باب مقام اہل کا کیا ہی
تاویل ہیں بلکہ آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور مانند خفاش کے آفتاب کا انکار ہے چشم پوشی کرنا ہے مگر یہ بھی تاویل ہے
تو اہلسنت و اہل کتاب میں کچھ فرق نہیں اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ الغرض اس
کلام سے اختلاف بین الصحابہ بحد کہ منجر طرف ظلم اور فسق کے ہو ثابت ہے فقائل چند کہ ناظر منصف کے لیے
کافی اور وافی ہے لاکن چونکہ صاحب سائل نے لفظ انکار ایسی خلاف کا کیا ہے پس ضرور ہوا کہ تھوڑی تشفی ہو نہ
از خروارے چند اختلافات صحابہ کبار اہلسنت بر عایت اختصار اس مقام میں مذکور ہوں تا کہ حق حقیقی سے روشن
بر ظاہر ہو مخفی نہ رہے کہ ملا عبد الکریم شہرستانی کہ معتبرین علمائے اہلسنت سے ہے کتاب ملل و نحل میں لکھا ہے
کہ اول وہ شبہ کہ جو درمیان عالم کے واقع ہو شبہ ابلیس لعین کا ہے اور یہی شبہ منشار ضلالت ہوا اور ویسی
امت میں کچھ لوگ ایسی ہوتی تھی کہ وہ بعض شبہ کی تجدید کرتی تھی اور شبہات انکو مخلوط شبہات منافقین
ہوتی تھی تا آنکہ خود صاحب ملل و نحل نے اعتراف کیا ہے کہ شبہات و اختلافات اہل امت کے سبب تھی یہی
اختلافات اور شبہات منافقین سے کہ حرکات و سکنات رسول مختار پر زبان اعتراض دراز کرتی تھی اور باوجود شوکت
و شوکت اسلام کی اعتراض سے باز نہ آتی تھی اور سبب اس اعتراض کے نفاق اونکا ظاہر ہوتا تھا پس اعتراض
مانند تخم کی ہی اور اختلافات اور شبہات مانند زراعت کی ہیں جیسا کہ صاحب ملل و نحل نے لکھا ہے کہ اول تنازع
کہ جو بر وقوع آفات جناب رسالتمآب ہے میں درمیان صحابہ کی واقع ہوا وہ ہے کہ بروایت صحیح بخاری حضرت نے
وقت رحلت قلم طلب کیا تا کہ ایک وصایت نامہ تحریر فرماویں کہ جسکی سبب سے گمراہی بعد اون حضرت کی نہو پس عمر نے
کہا کہ پیغمبر خدا پر اس وقت درد کا غلبہ بہت گیا ہی ہمکو کتاب اللہ کافی ہے پس جب شور و غل بہت ہوا
حضرت نے فرمایا قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع اور دوسرا تنازع جو اوس مرض میں واقع ہوا
وہ یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہ یعنی واسطے جنگ اسامہ
آمادہ اور مہیا ہو اور جو شخص مخالفت کری اوس پر خدا کی لعنت ہو پس بعض صحابہ نے کہا کہ ہم
فرمان برداری جناب رسالتمآب کی واجب ہے اور اسامہ بھی مہیا ہو کر مدینہ سے نکل چکا ہے اور بعضوں نے

لکھا کہ ہم اس حال میں مدینہ سے باہر نہ جائینگی جب تک کہ انجام اس مرض کا معلوم ہو انتہی کلامہ ملخصا ان
روایتوں سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ نے بجا آوری حکم محکم جناب رسالتمآب سے انکار کیا اور خلیفہ ثانی بھی از
جملہ منکرین تھے اور ہر ہوشمند کو خوب معلوم ہے کہ منکر حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا کیا حکم ہے واضح ہو کہ اگر
چہ صاحب ملل و نحل نے تنازع ثانی میں نام خلیفہ اول یا ثانی کا نہیں لکھا ہے لیکن بعد ملاحظہ کتب معتبرہ
اہلسنت واضح ہوتا ہے کہ یہہ دونو بھی اس حکم میں داخل تھے کما لا یخفی علاوہ اسکے ہمکو اسیقدر کافی ہے کہ اصحاب
رسالتمآب اور اہل بخاری نے کلیۃً انکار خلاف صحابہ کا کیا ہے مخفی نہ رہے کہ صاحب ملل و نحل نے بعد
تحریر ان دونوں تنازعوں کی تاویل خطائی اجتہادی سے کی ہے یہہ محض حیلہ پردازی اور سخن سازی ہے اسواسطے
کہ یہہ حکم حضرت نبوی کا نص صریح تھا اور باجماع امت یہہ امر ثابت ہے کہ اجتہاد مقابلہ نص کے صحیح نہیں ہوتا
ورنہ خطائی شیطان بھی راجع طرف خطائی اجتہادی کی بنا بر زعم اہلسنت ہو جاویگی فما ھو جوابہم عن
اجتہاد الخلفا فھو جوابنا عن اجتہاد من بعتو بیرا لزمن اس مقام سے اختلاف میں اصحاب کے بجہہ کہ منجر طرف
تفسیق یا تکفیر کی ہو ثابت ہوا اور یہہ کہ اختلافات صحابہ کبار کی مسئلہ امامت میں ظاہر ہوئی وہاں انکا
تا روز شمار باقی ہے العجب کل العجب کہ بعض ہمنشینان رسول مختار بجائے اسکے کہ بار غم فی الطبع بنیانی نہاد اور نعش
مبارک کو غسل و کفن دے اہلبیت اطہار کو گریان اور نوحہ زن چھوڑا اور طرف سقیفہ بنی ساعدہ کی دوڑے
تا انکے مجمع قریش میں پہونچی اور صدائے منا امیر و منکم امیر بلند ہوئی اور ایک جانب سے آواز الائمۃ من قریش کا شور
وخروش میں آئی آخر بزور و مکر و زور خاندان نبوت سے خلافت مغصوب ہوگئی اور ظالمین متغلبین جانشین
سید المرسلین ہوئے یہہ قصہ مطولاً و مختصراً اکثر کتب معتبرہ اہلسنت میں مندرج ہے چنانچہ صاحب ملل و نحل
نے بھی تتمہ اختلاف خامس میں لکھا ہے اور یہہ بھی لکھا ہے کہ گروہ بنی ہاشم نے اور ابو سفیان اور جناب امیر نے
بیعت نہ کی اور بعض صحاح ستہ اہلسنت میں بھی مروی ہے چونکہ مقام اجنبی ہے لہذا مجملاً ذکر اسکا بعبارت علمائے
اس مقام میں کیا جاتا ہے سید جمال الدین محدث نے کتاب روضۃ الاحباب میں کہ بتصریح صاحب
تحفہ کتب معتبرہ اہلسنت سے ہے لکھا ہے چون از بیعت فراغت حاصل شد ابو بکر صدیق از وجوہ
مہاجر و انصار مجمعی ساختہ علی مرتضی را بان محفل طلبید وی اجابت فرمود و دران مجمع حاضر شد
و در محل لایق خود نشست و ازو موجب طلب خویش پرسید عمر گفت وی فرمود موجب آنست
کہ شنیدہ ام چنانکہ سایر اصحاب با ابو بکر بیعت کردند تو نیز بیعت نکنی علی گفت من ہمان سخن کہ شما

۸

[illegible]

شما بر انصار حجت ساختہ این منصب را گرفتید بر شما حجت میگردانم رحمت بگوئید کہ حضرت رسالت پناہ ص از من نگسستہ
عمر گفت ترا نگذاریم تا بیعت نکنی علی گفت اول سخن مرا جواب باصواب بگوئید بعد ازان از من بیعت بطلبید
ابو عبیدہ گفت ای ابو الحسن تو بواسطہ سبقت اسلام و فضل مراتب قرابت بسیار نام سزاوار خلافت و حکومت
ہستی لاکن چون اصحاب بر ابوبکر اجماع و اتفاق نمودہ اند مناسب آنست کہ تو نیز قدم در دائرہ وفاق داری علی گفت
ای ابو عبیدہ تو امین این امتی بقول رسول مختار مقتضای امانت اینستی است در گمان دگر دارو سو ہیچ کہ حق تعالی
بخاندان نبوت کرامت کردہ در خاندان نباشد کہ بجای دیگر گنجینہ مہبط قران و وحی و مورد امر و نہی و منبع فضل و علم و معدن
فضل و علم مائیم و بدین واسطہ این امور خلافت را شائستہ و امارت را سزاواریم بشیر بن سعد انصاری گفت ای ابو الحسن این
واجبہ کہ تو امروز ظاہر میکنی پیش ازین اگر معلوم مردم شدے ہر آئینہ با تو مضایقہ و منازعہ نمیکردند
و با تو بیعت می نمودند لاکن چون در خانہ نشستے و در اختلاط بر مردم بستی ایشان را این
گمان شد کہ از خلافت کنارہ میکنی و رفع عبائی ازین امر از خود میکنے اکنون جماعت مسلمانان
کسی دیگر را قبول تو خود را طرز دیگرے ثانی علی مرتضے ع فرمود ای بشیر روا میداری کہ من جسد
اطہر و قالب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ را غسل نداده و تجہیز و تکفین او نمودہ و از دفن او فراغت
حاصل نکردہ دم از طلب خلافت و حکومت زدمی و در پی منازعت و خصومت شدمی ابوبکر صدیق چون این
کلمات علی ع جملہ محکم و استوار و ہر یکی از انہا مقابل صد کلمہ بلکہ صد ہزار کلمہ است از در رفق و مدارا در آمدہ
گفت ای ابو الحسن مرا گمان این بود کہ ترا با من مضایقہ نباشد اگر میدانستم کہ از بیعت من تخلف خواہی کرد ہرگز امر را
قبول نمیکردم اکنون کہ مردم با من اتفاق نمودند اگر تو نیز با ایشان اتفاق نمودی ظن مرا مطابق واقع ساختہ
باشی و اگر حالا توقف کنی و خواہی کہ درین امر تامل و تفکر نمائی بر تو ہیچ جبری نیست علی علیہ السلام از مجلس
برخاست و متوجہ خانہ خویش گشت انتہی اور واضح ہو کہ ابن قتیبہ نے کتاب الامامت و سیاست
میں ماجرای سقیفہ کو تمام عیب پوشی لکھنا چاہا ہے لاکن بمضمون الحق یعلو ولا یعلی خداوند کریم نے
اسکی زبان پر حق جاری کردیا ہے چنانچہ اوسنے بعد بیان ماجرای سقیفہ و بیان انکار سعد بن عبادہ و گروہ
بنی ہاشم و زبیر بن عوام و حباب بن منذر از بیعت خلیفہ اس قصہ کو جو صاحب روضۃ الاحباب سے منقول ہوا
تحریر کیا ہے اگرچہ مضامین اسکی زائد اسی میں لاکن بخوف تطویل اسکو ترک کیا بعد تحریر اس قصہ کی
ابن قتیبہ لکھتا ہے وان ابابکر اخبر بقوم تخلفوا عن بیعتہ عند علی فبعث الیہم عمر بن الخطاب

فجاء فنادا هم فی دار علی و ابوا ان یخرجوا فدعا عمر بالحطب و قال والذی نفس عمر بیده لتخرجن
او لاحرقنها علیکم علی ما فیها فقیل له یا ابا حفص ان فیها فاطمة فقال وان فخرجوا فبایعوا
الا علیا انتہی خلاصہ معنی یہہ ہے کہ جب ابوبکر کو خبر پہونچی کہ کچھہ لوگ بیعت سی منحرف ہو کر گھر میں
جناب امیرؑ کی مجتمع ہوئی ہیں تو اونسی عمر کو بھیجا اور اونسی آکر پکارا جب وہ نہ نکلی تو خلیفہ نی ہیزم
طلب کی اور بنام والسوزے قسم کھائی کہ اگر نہ نکلوگی تو میں گھر جلا دونگا لوگوں نے کہا اس گھر
میں فاطمہؑ ہے کہا حضرت ابن خطاب نی اقتنا کی مخفی نہ رہے کہ شاہ ولی اللہ پدر صاحب تحفہ نی بھی
قریب اسی روایت کی کتاب ازالۃ الخفا میں نقل کی ہی اور خلاصہ ومنکا یہی ہی کہ خلیفہ نی قسم کھائی کہ اگر
لوگ اس گھر سی نہ نکلینگے تو میں اس گھر کو جلا دونگا اور صاحب تحفہ نی بہی بخاوی الولد سر لابیہ اسی روایت کو تسلیم
کیا ہی لاکن تاویل یہ کی ہے کہ یہ کلام تاکید و تہدید تھا واسطی اون لوگوں کی جو خانہ علیؑ و فاطمہؑ کو مانند مکہ معظمہ کی
محل امن و امان جانکر برائی امور خلافت میں مشورہ اور فتنہ پر کرداری تھی **اقول** سائرین اہلسنت کی
واسطی پردہ پوشی بموجب خلفای ثلثہ کی طعن احراق کا انکار کیا تھا جب صاحب تحفہ وغیرہ نی دیکھا
کہ یہ آگ روز بروز خرمن سوز اور مشتعل ہوتی جاتی ہے تو ان تکلفات بارزدہ اور تاویلات رکیکہ سے اطفا ١٠
اوسکا چاہا اور آتش جدال و قتال او نائرہ مکر و احتیال کو گرم کیا بیکلا او قد وانارا للحرب
اطفاها الله بالجملہ برودت اس تاویل کی اوس شخص پر روشن ہے کہ جسکو اونی حرارت دین کی ہو
اسواسطی کہ اگرچہ تہدید مقصود اور حقیقتاً تھی تو بھی مطلوب ثبوت ہوتا ہی کہ خلیفہ نی قصد احراق بیت اہلبیت
کا کیا اور اگر محض لسانی تہدید تو ہو کہ یہ بین اور قسم کرنا اوسکا کمال بیدینی ہے سبحان اللہ کیا حرارت دینی کہ
خلیفہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹی باتوں پر قسم کھاتا تھا حالانکہ حقتعالی قرآن میں فرماتا ہے
ولا تجعلوا الله عرضة لایمانکم و انجیاء اگر حقیقت میں تہدید اونہیں لوگوں کی منظور ہے جو مشورہ پرواز
کرتے تھی نہ اذیت اہلبیت تو لازم تھا کہ اون لوگوں کی گھر پر جاکے تہدید اور تنبیہ کرتے اور اونکو بجای
زعم باطل کی سزا دیتے کیا خانہ اہلبیت علیہم السلام اسواسطی بنا ہوا تھا کہ ہر شخص اوروں کی عوض اوس
گھر میں احداث بدعت کرتا امر یہ کہ اول جا دعوی یہ لوگ بنابر زعم موہوم اہلسنت کی تارک سنت ہوئے اونہوں
نی تو یہ تعظیم بیت نبوت کی کی اوس گھر کو مانند مکہ معظمہ محل امن امان جانا اور خلیفہ رسول دو کہ جو تابع سنت
تھا علی زعمہم یہ تعظیم اوس بیت معظم کی بجالائی کہ واسطی عقوبت غیر کی ارادہ احراق بیت نبوت کا کیا اور جاہا

چاہا کہ ہو آئندہ جرم عزیز خانہ نبوت کو جلا دوں تاکہ بنیاد فساد عالم سی اوٹھ جاوی و نعم ما قیل
جو بلا ہوتی ہے گردون سی پیش نازل ہے ؛ چرخ گہر آل محمد کا بتا دیتا ہی ؛ اب یہانسی ہر دو فریدار پر ظاہر
ہوگا کہ صحابہ نی اہلبیت نبوت کی اسقدر مخالفت کی کہ وہ قطعا منجر طرف فسق یا کفر کی ہوتی ہے
اور واضح ہو کہ ابن قتیبہ نی یہہ بہی لکھا ہی کہ جب بنا بر طلب ابوبکر جناب امیر علیہ السلام کو گہر سی نکالکر مجمع صحابہ
و میان میں لائی تو عمر نی حضرت سے کہا کہ اگر آپ بیعت نکرینگی تو ہم آپ کو قتل کر ڈالینگی حضرت نی کچہ اعتنا
نکی اور انکو جواب معقول دیا آخر کار ابوبکر نی کہا کہ جبتک فاطمہ زندہ ہین ہم آپسی کچہ نہین کہہ سکتی
پس حضرت امیر علیہ السلام نی مانند حضرت ہارون ع کی موسی کی فرمایا یا ابن ام ان القوم استضعفونی
وکادوا یقتلوننی اور یہہ کلام مؤید ہی روایت صحیح بخاری کی کہ جب جناب سیدہ علیہا السلام نی ابوبکر سی مطالبہ
فدک کیا اور وہ کارگر نہوا تو وہ حضرت کمال آزردہ ہوئین ولم تکلم ابابکر حتی ماتت و عاشت بعد النبی
ستۃ اشہر فلما توفیت دفنہا زوجہا علی لیلا ولم یؤذن بہا ابابکر و صلی علیہا و کان
لعلی وجہ حیوۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر
ومبایعتہ ولم یکن بایع تلک الاشہر انتہی ان روایات صحیحہ سی ظاہر ہوا کہ جناب سیدہ ابوبکر سی کمال
آزردہ ہوئین کہ اجازت حضوری جنازہ اور نماز کی بہی نہ دی اور جناب امیر کی روداری تا حیات جناب سیدہ
باقی تہی بعد وفات سیدہ کے وہ بہی باقی نہ رہی اور صاحب روضۃ الاحباب نی بہی قریب اس روایت
کی لکہا ہی کہ زیادہ توضیح اوسکی بخاری سے ہوتی ہے گو چند روز دیگر امیر المومنین ابوبکر صدیق و عمر فاروق
و سائر اشراف صحابہ با علی مصاحبہ میکرد و ذکر چون از انجہ بکرد نی تا شرف نماز بروی می یافتیم علی کفت کہ بنا بر
وصیت او دفنش کردم انتہی اللہ اکبر ابوبکر سی جناب سیدہ اسقدر ناراض تہین کہ اجازت نماز بلکہ
حضوری جنازہ بہی انکو حاصل نہوئی اب اسی زیادہ کیا مخالفت اہلبیت کی ہوگی حق یہ ہی کہ مخالفت
صحابہ ثلثہ اور اتباع اونکی کہ اہلبیت سے اسقدر ہی کہ سعی بلیغ اخرین اہلسنت سی زائل اوسکی ہو سکی اور
اسی وجہ سی محدث دہلوی نی کہ جن کا نام عبد الحق مشہور ہی شرح مشکوۃ مین لکہا ہی مشکلترین قضایا
قضیہ فاطمہ زہرا است زیرا کہ اگر بگوییم کہ وی جاہل بود و با نحدیث بعید است و اگر التزام کنیم کہ شاید اتفاق
نیفتاد او را اسماع این حدیث از آنحضرت مشکلتر میشود کہ بعد سماع حدیث از ابوبکر و شہادت صحابہ آن را
قبول نکرد و در غضب ماند و غضب بیش از سماع حدیث بود چرا بر نگشت از غضب تا آنکہ با ستادہ او کشف و فات زدہ بود

۱۱

مہاجرت کرو ابوبکر انتہی اور جو کچھ کہ درباب اہلسنت کی کتب مشہورہ صحابہ و تابعین میں جنگ صفین و جمل و نہروان وغیرہ جنگوں
کی ہے ذکر اوسکا سبب انتشار رسا معین ہے بعضی حضرات حدیث یا علی حربک حربی سے چشم پوشی کرکے
آمادہ جنگ و پیکار با نفس رسول مختار ہوئی اور خلیفہ زادہ اہلسنت عبد اللہ بن عمر نی بفحوای الولد سر لابیہ و با
وجود سماع حدیث علی مع الحق والحق مع علی بیعت ید اللّٰہی سے دست کشی کی اور طرفہ یہ ہی کہ با این بد
الطالعی و فہم و فراست بکمال اشتیاق اور بخوف موت جاہلیت ذنب حجاج لعین کی طرف دست بیعت
دراز کیا اور قدم جادہ ہدایت سی باہر نکالا اور طلحہ و زبیر نے کہ عشرہ مبشرہ میں داخل تہی مادر نامہربان کو آمادہ
جنگ جدال کر کی بہت سی صحابہ کا طرفین سی خون اپنی گردن پر لیا اور باہم صحابہ میں اسقدر تنازع واقع ہے
کہ امر خلیفہ ثالث کی قتل میں بہی صحابہ شریک تہی اور خلیفہ زادہ محمد بن ابی بکر سرگروہ قاتلان عثمان تہی اور
عایشہ صدیقہ نی بہی بتصریح ابن قتیبہ و دیگر علمای اہلسنت حکم قتل عثمان کا دیا اور اونکو بخطاب نعثل کہ نام ایک
مرد یہودی طویل اللحیہ کا تہا یاد کیا اور فرمایا اقتلوا نعثلا فقد فجر لطیفہ یہ ہی کہ یہ قول مادر مہربان
کا دربارہ عثمان قتیل الدار کہ بجای والد بزرگوار ام المومنین عالی وقار تہی خالی از مضحکہ بلکہ سوء ادب
نہیں ہے سبحان اللہ بازی بازی بریش بابا ہم بازی مگر یہ کہیں کہ عایشہ مادر مومنین تہیں لاکن یہ بہی مہر و مادری ۱۲
سی بعید ہی الغرض بنای دعوای اتحاد و اتفاق صحابہ و تابعین با اہلبیت فاسد و خراب بلکہ دور از حق و صواب ہے
اور بفضلہ تعالی صاحب رسالہ بہی اپنی خطا پر متنبہ ہوا لاکن بعد ظہور حق کی واسطی پردہ پوشی عیوب صحابہ کے
مرتکب تاویل ہوا کہ وہ بہی فاسد بلکہ عذر بدتر از گناہ ہی چنانچہ حاشیہ میں اسمقام کی لکہتا ہی معنے مخالفت آپسکے
مسئلوں کی کہ جسکی سبب سے باہم نوبت تکفیر کی پہونچی پس اختلاف فروع کا جسطرح ابو حنیفہ اور شافعی اور
ابن بابویہ اور نصیر الدین میں ہے معتبر نہیں انتہی کلامہ **اقول** سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد
اہل ہوش پر ظاہر ہے کہ کلام صاحب رسالہ کا دعوی اتفاق و اتحاد میں مختلف اور متناقض ہے یعنی
رسالہ میں کلیۃ انکار اختلاف کا معتقدات دین بلکہ بیاہ شادی میں کیا ہے اور حاشیہ میں خود اختلاف فی الفروع
کو تسلیم کر لیا یہی کلا یومی الیہ العبارۃ اور یہہ سراپا تناقض اور تہافت ہی علاوہ اسکی ناظرین کلام سابق اور
لاحق پر ظاہر ہوگا کہ مخالفت صحابہ با اہلبیت کرام خارج حیطۂ اسلام و شریعت خیر الانام سے تہی کہ
بغیر اسکے لا یصلح العطار ما افسد الدہر ہرگز تاویل پذیر نہیں اور یہہ جو صاحب رسالہ نی لکہا ہے
کہ اختلاف فروع کا جیسا کہ مجتہدین میں ہوتا ہی معتبر نہیں پس ظاہرا وجہ عدم اعتبار کی یہ ہی کہ اہلبیت و صحابہ

مجتہد اور اختلاف اجتہادی موجب طعن اور مستلزم فسق نہین پس اس حرف باطل اور کلام مختل کے سکایت بجز
خداوند عادل کے اور کسی کیجا وی سبحان اللہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ تو اپنی اہلبیت کو مانند سفینۂ نوح
کی سبب نجات فرماوین اور مثل کتاب خدا کی اتباع اون حضرات کا واجب و لازم گردانین اور اونکو اپنے
امت مین امام اور خلیفہ کرین چنانچہ حدیث سفینہ اور حدیث ثقلین اس مطلب پر شاہدین عادلین مین اور
اہلسنت و صحابہ بعض و ضیع اونکی اقوال اہلبیت کو واجب العمل نہ سمجھین اور برخلاف اونکی اجتہاد کجا رجا بغین
اگر قول اونکا مثل قرآن کی واجب العمل اور معصوم از خطا و زلل نہین تو پھر پیغمبر خدا نے کیون اہلبیت کو شریک قرآن
فرمایا اور کیون کہا کہ یہ دونون تا بروز قیامت جدا نہونگے اور تم ان دونون کی اطاعت کرو اور انسے
متمسک ہو اور اگر قول اونکا واجب العمل اور حق و صواب ہے تو پھر منکر اوس قول کا اور اجتہاد کنندہ مقابلہ
مین اونکی منکر حکم خدا و رسول ہوگا و من یعص اللہ و رسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابدا اور بحمد اللہ
جب باب اجتہاد در برابر اقوال اہلبیت مسدود ہوا تو اب تاویل اوس اختلاف کی بخطای اجتہادی بنا
فاسد علی الفاسد ہوگی حالانکہ اہل ہوش پر ظاہر ہے کہ اختلافات صحابہ از راہ ضغاین و کینہ ہای دیرینہ با اہلبیت
١٣ سلطان مدینہ تھی از راہ اجتہاد چونکہ یہ محل تطویل کا نہین لہذا اسی کلام مختصر پر اکتفا کی گئے و من لم یکفیہ القلیل
لا یکفیہ الکثیر **قال صاحب الرسالۃ** بلکہ ہمیشہ ایک دوسرے کی تعریف کی ہے اور یہ بات
شیعہ اور سنی کی کتابون سے ثابت ہی چنانچہ کتاب نہج البلاغہ مین کہ شیعون کی بہت معتبر کتاب ہی لکھا ہے کہ
حضرت امیر علیہ السلام نے ابوبکر و عمر کی حق مین فرمایا لعمری ان مکانہما من الاسلام لعظیم و ان المصاب
بہما لجرح فی الاسلام شدید رحمہما اللہ و جزاہما باحسن ما عملا ترجمہ قسم اپنی جان کی کہ منصب
ان دونونکا اسلام مین بڑا ہی اور واقعہ وفات ان دونونکا اسلام مین البتہ زخم سخت ہی اللہ تعالی رحم کرے
اور جزای خیر دیوی بعوض بہترین کامونکی ان دونون نے کئی انتہی کلامہ **اقول و باللہ نستعین**
ہستناد اس روایت کا ذکر طرف کتاب نہج البلاغہ کے خارج از نہج صدق و صواب ہی کتاب نہج البلاغہ کیا بلکہ تعین
خارج البصر ہل تریٰ من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا و ہو حسیر اور تحفہ
سے ہے کہ صاحب تحفہ نے بھی تصریح کی ہے کہ سید رضی رہ نے اس روایت کو کتاب نہج البلاغہ مین نقل نہین کیا معدحیف کہ
صاحب رسالہ کو اپنی پیر و مرشد شاہ جی کی کلام سے بھی خبر نہین مثل مذہب آبا سی کیا خبر ہوگی حق یہ ہے کہ صاحب رسالہ
ایسی نقل کا ذب مین منفرد ہے و لیس ہذا باول قارورۃ کسرت فی الاسلام بلکہ شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی

تخمینًا ایسی چھوٹی چھوٹی ہیں بہت بیان فرمائی ہیں پس صاحب رسالہ بھی بدولت اصل تقریر ابراز کی وزیر
شاہ صاحب ازجملہ اکابر دولت بہی التنعم اتیل ہے وزیری چنین شہریاری چنان ﴿ اور صاحبان ابصارت او
بصیرت پر مخفی نہین کہ سابقا آزردگی اہلبیت علیہم السلام کی خلفای ثلاثہ اور اعوان و انصار اونکی سے
مذکور ہوئی اور سرور اہلبیت نفس خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ امام المومنین ہمیشہ کنایۃ و تصریحا شکایت
ناصبیان حقوق خصوصا خلفای ثلاثہ کی بیان فرمایا کی چنانچہ ابن قتیبہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت
نے بخطاب امام حسن مجتبیٰ ع ارشاد فرمایا یا بنی ما زلت مظلوما مبغیا علیّ منذ هلك جدك
یعنی اے فرزند میں ہمیشہ مظلوم اور ستمدیدہ رہا جس روز سے کہ تمہاری نانا نے وفات پائے
اور بھی ابن قتیبہ نے نامہ جناب ولایت مآب ع کو بسوی اہل عراق اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بعض بیان
اوسکی یہ ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے وفات پائی مسلمین نے امر خلافت میں تنازع کیا فو اللہ
ما یلقی فی روعی ولا یخطر علی بالی ان العرب تعدل هذا الامر عنی یعنی قسم بخدا کہ میرے
دل میں ہرگز اس امر کا خطرہ بھی نہوتا تھا کہ عرب خلافت کو مجھسی چھین لینگے پس جو دیکھا میں کہ لوگ
ابو بکر کی طرف رجوع ہوئی گر میں اپنا ہاتھ بیعت کی طرف سے کھینچا پھر جناب ولایت مآب ع اوسی نامے
میں ارشاد فرماتی ہیں و قال قائلهم انك یا ابن ابی طالب علی الامر لحریص فقلت لهم انتم احرص
الی اخر الفقرات خلاصہ ان فقرات کا یہ ہے کہ کہنی والی نے مجھسے یہ کہا کہ تمکو طمع خلافت بہت ہی
میں اوسے کہا بلکہ تم بہت حریص ہو خلافت میں آیا میں حریص ہوں کہ اپنی ابن عم کے میراث اور
حق طلب کرتا ہوں یا تم کہ میری اور میری حق کے بیچ میں حائل ہوئی ہو اور نہیں دیتی خداوندا میں
فریاد کرتا ہوں اور داد چاہتا ہوں تجھسے بعوض قریش کے کہ اونہوں نی میری رحم کو قطع کیا اور میرے
مرتبہ بزرگ کو پست کیا اور مجھسی نزاع کی اور میری اوس حق کو چھینا کہ جسکا میں لائق تھا چونکہ نامہ شریف
طویل تھا بعض مضامین پر اقتصار کیا اور ملا سعد الدین تفتازانی نے بھی شرح مقاصد میں لکھا ہے
کہ ابو بکر نی ابو عبیدہ جراح کو جناب امیر ع کی پاس واسطی طلب بیعت کی بھیجا اور اسمین ایک رسالہ لطیف
بھی ہے کہ اوسی معلوم ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰ نی بیعت سی انکار کیا اور عمر نے کچھ غلظت آمیز تقریریں
کی اور جب حضرت دانسی اونہی تو فرمایا بارک اللہ فیما ساءنی وسرکم اس قول میں جناب
خلافت مآب نی تصریح فرمائی تہی کہ تمہاری خلافت نی مجکو رنجیدہ کیا اور تمکو خوش کیا الغرض کلام

سے شارح مقاصد کی صاف ثابت ہے اتنی جناب امیر علیہ السلام کی ظاہر ہے اور قاضی میبذی شارح دیوان مرتضوی
نے فاتحہ سابعہ میں لکھا ہے شارح مقاصد گوید عبد الرحمن دست علی گرفت و گفت نبایعنا علی
کتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ و سیرۃ الشیخین علی گفت علی کتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ
واجتہاد رای پس دست عثمان گرفت و ہمان سخن گفت عثمان قبول کرد و بیعت با او در اول محرم سنہ اربع
وعشرین بیعت کردند انتہی بیعت کرنا عثمان کا اوپر سیرۃ شیخین کے اور انکار کرنا جناب امیر کا دلالت کرتا ہے
کہ سیرت شیخین سراسر باطل تھے اور حضرت اونسے آزردہ اور ناراض تھے اور قریب اسی روایت کی
ابن قتیبہ نے بھی قصہ جنگ نہروان میں لکھا ہے کہ جناب امیر کی پاس ایک مرد قبیلہ خثعم سے آیا اور
اوسنے بیعت علی سیرۃ الشیخین چاہی حضرت نے بعد انکار کی فرمایا کہ سنت شیخین کو کتاب خدا اور
سنت رسول میں کیا دخل وہ دونوں تو حاکم ظالم اور عاملین بالجور تھے آخر اوس خارجی نے بیعت نکی
اور جنگ نہروان میں واصل جہنم ہوا وھذہ عبارتہ جاء رجل من خثعم فقال علی بایع علی کتاب اللہ
وسنۃ رسولہ قال لا ولکن ابایعک علی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ وسنۃ ابی بکر وعمر
فقال علی وما یدخل سنۃ ابی بکر وعمر مع کتاب اللہ وسنۃ نبیہ انما کانا عاملین ١٥
بالجور حیث عملا فابی الخثعمی الا سنۃ ابی بکر وعمر وابی علی ان یبایعہ الا علی کتاب اللہ
وسنۃ نبیہ الی ان قال فقتل یوم النہروان انتہی بعض کلامہ اور خود صاحب تحفہ نے تسلیم
کیا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے ماجرای عثمان میں فرمایا قتلہ اللہ وانا معہ یعنی اوسکو خدا نے قتل کیا اور
میں بھی خدا کے ساتھ ہوں چنانچہ عنقریب ذکر اسکا آویگا اور صاحب تحفۃ الاحباب نے لکھا ہے گویند چون
مہاجر و انصار و اہل مدینہ گروہ گروہ بشرف بیعت آنحضرت در یافتند امیر المومنین خطبہ در غایت بلاغت
و فصاحت انشا فرمود گویند اول خطبہ این بود الحمد للہ علی احسانہ لقد رجع الحق الی مکانہ انتہی
یہ کلام جناب مرتضوی کا عجب تعریض و تشنیع پر مشتمل ہے اور صاف ظاہر ہے کہ خلافت خلفای متقدمین
کی باطل تھی اور مرتبہ چہارم میں حق اپنی مرکز پر آیا اور اسیطرح کی تشنیعات اور شکایات حضرت امیر در حق
خلفای ثلثہ خطبہ شقشقیہ اور دیگر خطب میں وارد ہیں بیان اونکا موجب تطویل ہے خود علمای اہل سنت
نے اونکا اقرار کیا ہے الغرض جب زبان حق بیان مولای مومنین باوجود ہجوم اصحاب شوری و تقیہ و
ازدحام اعوان و انصار خلیفہ اظہار حق سے بند نہوئی تو پہر مدح و ثنا شیخین کا جو ثابت ہیم قلب

اور خلوص اعتقاد سے ہو گیا بلکہ قطع نظر اسی امر مدح بعض کفار اشرار کی کتاب خدا مین موجود ہے
چنانچہ بعض آیات مین وارد ہے ومن اھل الکتاب من ان تامنہ بقنطار الآیۃ اور بعض آیات مین وارد
ہے منھم امۃ مقتصدۃ الخ اور بعض آیات مین وارد ہے ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا
الذین قالوا انا نصاریٰ ذلک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون پس اگر
مجرد مدح ثنا سبب فخر و افتخار و سرمایۂ ایمان ممدوح ہوئے تو پھر معلوم نہین کہ عقلای اہلسنت ان
آیات کا کیا جواب فرماوینگے فما ھو جوابھم فھو جوابنا اور عنقریب تفصیل اسکی ظاہر ہوگی
مع ہذا یہ عبارت جو صاحب رسالہ نے کتاب نہج البلاغہ سے نقل کی ہے ہرگز اوس کتاب مین مذکور نہین
جیسا مذکور ہوا مگر یہ عبارت ابن ابی الحدید نے کہ تسنن اور اعتزال مین خارج از جادۂ اعتدال بلکہ
مانند آہن گرم ہے شرح نہج البلاغہ مین نقل کی ہے اور ظاہر ہے کہ روایات کتب اہلسنت شیعون پر
حجت نہین ہو سکتی با اینہمہ لطیفہ یہ ہے کہ ابن ابی الحدید کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عبارت جناب
امیر علیہ السلام نے اوس نامہ مین تحریر فرمائی ہے کہ جو ابو مسلم خولانی کے ہاتھ طرف معاویہ کے بھیجا تھا اور اس
نامہ مین حضرت نے شکایات شیخین اور اکثر مہاجرین اور انصار کے تحریر فرمائی ہے چنانچہ حضرت فرماتے ۱۶
ہین کہ مجھے خلافت خلفا مین البتہ کراہت کی اور اونہون نے انصار سے خلافت کو بسبب دعوای قرابت رسول
کے لیا تھا لا انکہ مین سب سے قریب تر ہون مین یہ نہین کہتا کہ وہ لوگ میرا حق غصب کرنے سے باز رہے
بل عرفت ان حقی ھو المأخوذ یعنی بلکہ مین جانتا ہون کہ میرا حق چھین لیا گیا پس اہل انصاف
بیان کرین کہ یہ عبارت جو ابن ابی الحدید سنی نے نقل کی ہے کسکے لیے مفید ہے پس صاحب رسالہ کو لازم
ہے کہ ہمین اس مضمون شکایت کا جواب دے پھر بنا بر وہم فاسد اپنے کے ہم سے طالب جواب ہوئے اور بحمد اللہ
بعد فرض و تسلیم عبارت کا دو جواب شافی شیعہ پر تمہارے ہے چنانچہ معلوم ہوا اور عنقریب تفصیل اسکے
ظاہر ہو وے گی بلکہ بعد غور و امعان اس عبارت کی معنے صحیح بھی ظاہر ہوتی ہین کہ ذکر او نکا سبب طول کلام ہے
چنانچہ جناب قدسی القاب سلطان العلماء والمتکلمین نے کتاب بوارق مین کہ جواب جلد امامت تحفہ ہے
وہ معنی صحیح تحریر فرماتی ہین ابقاہ اللہ ناصرا لاھل البیت فعلیک بالرجوع
الیہ ان شئت **قال صاحب الرسالہ** اور نور اللہ شوستری وغیرہ
علمای امامیہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابو بکر اور عمر کے حق مین فرماتے تھے اماما ن

عادلان ذو سلطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ دونوں امام عادل ومنصف مرد
تھے دونوں حق پر اور مرے حق پر پس اون دونوں پر رحمت خدا کی ہو روز قیامت کی **اقول وبہ نستعین**
یہ مقام تماشاگاہ مومنین اور شیعیان اہلبیت طاہرین ہے کہ اکثر علمائے اہلسنت اور صاحب رسالہ
نے بتاسے اہل کتاب واتباع غادرین وخائنین نقل حدیث مین خیانت کی ہے بمضمون
یحرفون الکلم عن مواضعہ تمام حدیث معصوم ؑ کو جو طعن اور تشنیع اور رد وقدح شیخین پر
مشتمل ہے بخوف رسوائی مکشف معائب شیخین وانہین کے بلا اداوہ الفاظ کو منتخب کر لیا ہے کہ جو بظاہر
سر سری موہم مدح شیخین کے ہین حالانکہ بالمنافہ وہ الفاظ بہی سراپا طعن وتشنیع ہی مملو اور مشحون ہین چنانچہ
خود امام جعفر صادق علیہ السلام نے دوسری حدیث مین اون الفاظ کی معانی تفصیل وتوضیح ارشاد فرمائے
ہین اور اہل انصاف اور تارکان اعتساف پر صاف ظاہر ہے کہ تمام حدیث سے کہ مضر مطلوب اہلسنت
ہی قطع نظر کرکے کچھ لفظوں کو منتخب کر لینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مست اور مجذوب لا تقربوا الصلوۃ
کو سند بنائے اور از راہ مستی گناہ وانتم سکاری کو نہ مانے اور مشہور ہے کہ کلمہ توحید کا اول کفر
ہے اور آخر ایمان پس اگر یہی طریقہ استدلال اور مناظرہ کا مفتوح ہو تو دہریہ اور اصحاب دیگر
باطلہ اور مذاہب فاسدہ کو بشارت تازہ حاصل ہوگی کہ جو فقرہ منافی مطلب ہوا اوسکو ترک کرین
اور جو لفظ اوس فقرہ مین مفید مطلوب ہوا ہے اعتماد کرین حالانکہ قباحت اس امر کی ظاہر ہے ولنعم قال
اللہ المتعال افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض الغرض چونکہ صاحب رسالہ نے نقل حدیث
اور استدلال مین تدلیس اور تلبیس کے معنی لازم ہوا کہ اولا جواب باصواب ان فقرات کا مذکور ہوا اور بعد
اوسکی اصل حدیث کہ معصوم سے مروی ہے بیان کیجاوے تاکہ ناظرین مومنین پر امر حق منکشف ہووے
مخفی نہ رہے کہ یہ الفاظ جو بخوف فتنہ وفساد معاندین اور واسطے دفع شر اعدای دین کے بجواب
بعض مخالفین امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمائے ہین بمقام تقیہ اور توریہ ہین اور توریہ وتعریض از
حیلہ سخن انبیاء ومرسلین ہی اور اکثر احادیث معتبرہ واخبار صحیحہ کتب اہلسنت اس امر پر دلالت کرتے
ہین چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن احادیث اہلسنت مین مشہور ہین کہ تعبیر اونکی بلفظ کذبات
ثلاثہ کیجاتی ہے حتی کہ روز قیامت شرمندگی اور ندامت اون کلمات کی سے صفحہ قلب ابراہیم کی العیاذ
باللہ محو ہوگے از انجملہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنی زوجہ مطہرہ سارہ کو بخوف حاکم وقت خواہر فرمایا اور شاخ

کہ امر مین ارشاد کیا فعلہ کبیرہم ھذا حالانکہ خود دست مبارک سے اون اصنام کو توڑا تھا اور
اگر علمای اہلسنت اون کلمات کو توریہ و تعریض پر محمول کیا ہی جسجگہ خلیل الرحمن نے بخوف حاکم وقت
سارہ کو خواہر فرمایا اور بت شکنی کو طرف صنم کبیر کی منسوب کیا تو امام جعفر صادق کا فرزند ابراہیم بلا تامل
امثال ابراہیم تہی توریہ و تعریض مین تجا مستحق ہر تشنیع ہو اولی محبوب در صندوق ہو گی فلا ضیر فیہ
فان الولد سر لابیہ ولا یرغب عن ملۃ ابراہیم الا السفیہ اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ
شہادت ثانی بعینہا حضرت موسی قوم فرعون مین تقیہ کرتی تہی اور ظاہر آیات و النبیح ... ہوتا ہی اور اگر مومنین قوم فرعون مین کتمان طریقہ حقانی تہی اور ظاہر ہی کہ کتمان ارہین ہوتا مگر اسطرح پر کہ
مخالفین سے یفقہ بالملسان ہو اور یہی تقیہ التقلب بالجنان و الاختلاف مخروض لازم آتا ہی اور یہی
معنی تقیہ اور توریہ کی ہین پس جسجگہ بدلیل ملف مذکور ہوا انبیا و مرسلین اور مومنین و صالحین کا ثابت
ہوا تو پھر طعن و تشنیع سے خاتم المرسلین پر کیونکر عاید ہو سکتی ہے اور قطع نظر اسکی توریہ و تعریض
تو وہ چیز ہی کہ جمہور علمای اہل خلاف بھی اسکی جواز پر اتفاق کرتی ہین و قد صرح بہ کبیرہم فی تفسیر الکبیر
لاینبئک مثل خبیر اور از راہ عقل و نقل اسمین کوئی قباحت بہی نہین پائی جاتی چنانچہ احادیث
شہورہ مین وارد ہی ان فی المعاریض لمندوحۃ عن الکذب یعنی تعریضات مین بہت بچاؤ ہے
کذب سے بلکہ اگر بنظر غور و فکر دیکھا جاوی تو ظاہر ہوتا ہی کہ یہ امر محاورہ فصحا و بلغا مین شایع اور داخل
محسنات علم بدیع شمار کیا جاتا ہی چنانچہ مشہور ہے کہ الکنایۃ ابلغ من التصریح اور ظاہر ہی کہ توریہ
اور تعریض مین بہی کنایہ ہوتا ہی بلکہ و اقسام فن فصاحت و بلاغت پر مخفی نہین کہ مدح شبیہ بذم
اور ذم شبیہ بمدح جملہ صنایع بدایع سی ہے پس طعن توریہ و تعریض خارج از دایرہ عقل
و نقل ہے قائل علاوہ ان سب تقریرہم کہتی ہین کہ یہ وابتقدیر تاویل مختص بحضرات ائمہ معصومین
اور شیعیان اہلبیت طاہرین نہین بلکہ حضرات علمای اہلسنت بہی جبکہ مقابلہ خصم مین عاجز اور
اور سپر انداختہ ہوتی ہین تو اپنی احادیث کو محمول تقیہ اور توریہ پر کرتے ہین چنانچہ سابق مین
مذکور ہوا کہ جناب ... آپ نی عثمان کی حق مین فرمایا قتلہ اللہ و انا معہ یعنی خدا نے
اوسکو قتل کیا اور مین بہی خدا کی ساتھ ہون صاحب تحفہ نی جب مقام گریز کا نہ دیکہا اور راہ
تاویل کو مسدود پایا تو چار و ناچار بحکایت نقیل الدار کلام کرار غیر فرار کو محمول توریہ پر کیا پس جسجگہ کلام

علمای اہل خلاف نے اپنی احادیث کو توریہ اور تقیہ پر محمول کیا تو پھر احادیث شیعہ پر کیوں طاعن ہوتے
ہین ولنعم ما قیل ع نقد بر روی فلک بر روی خود است بدو اور عبارت صاحب کشف یہ ہے وعبارت
فقتله الله وانا معه از قبیل توریہ بود کہ بنا بر ضرورت بعمل آورد وهذا هو الحق ودر حق بیچاره
کرد حضرت ابراہیم سرزده وان ضرورت خوف بلوا و فتنه و فساد از قاتلان عثمان بود در لشکر بلکه
خوف آن بود که قصد قتل حضرت امیر نمایند انتهی موضع الحاجة من کلامه اس کلام سے صاف ظاہر ہے
کہ جناب امیر نے بخوف قتل و فتنہ و فساد قاتلان عثمان سے توریہ کیا اور ظاہر ہے کہ توریہ اور تقیہ کے
معنی میں ایسا فرق نہیں اور تحفہ ہے کہ صاحب تحفہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ جناب امیر نے
کبھی تقیہ نہیں کیا اور خوف بھی نہیں کیا اب صاحبان انصاف سے چشم انصاف ہے کہ حضرات اہل سنت
کو عجب مکر و حیلہ میں دستگاہ وسیع حاصل ہے کہ جب کہتے ہیں کہ پردہ ناموس خلفا میں مصروف کرتے ہیں تو
عنکبوت سے بھی ادنی ہیں اور [illegible] ہوتا ہے تو چار ناچار بجایت ثلاثہ ارتکاب ذلیل توریہ اور تقیہ کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ علی مرتضی نے بخوف قتل اور فتنہ و فساد یہ کلمہ فرمایا اور جبکہ شیعہ اہل بیت
کسی حدیث کو محمول تقیہ پر کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ نفس رسول و دیگر ائمہ امجاد بخوف فتنہ و فساد
و کثرت دشمنان دین مغلوب تھے اور اظہار حق نہ کر سکتے تھے تو بانگ بے ہنگام اور ندائے امراہ و دینا
خواص و عام بلند کرتے ہیں کہ جناب امیر تو شجیع عرب تھے اور انکو قوت ربانی و طاقت یداللہی
حاصل تھی کہ ایک ہاتھ سے دروازہ خیبر کو توڑا اور ہمیشہ صف ہیجا و لشکر اعدا میں کار مردانہ اور جنگ دلیرانہ
کرتے تھے کیونکر ہو سکتا ہے کہ ابوبکر سے کہ مرد پیر اور بزدل تھا اور انکے انصار سے مغلوب ہو جاتے
اور بخوف قتل و فتنہ و فساد اظہار حق نہ کر سکتے حالانکہ خود علمای اہل خلاف کے معترف شجاعت اور کمالات
شاہ خیبر گیر ہیں تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت قاتلان عثمان سے خوف قتل رکھتے تھے اور اظہار حق نہ کر سکتے
پھر بالتقیہ طعن کرنا شیعوں پر خارج از جادہ اعتدال ہے اگر یہ طعن نفس الامری ہے تو چاہیے خود بھی
باز رہیں [illegible] خرط القتاد قال الله اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم مع حجت
معلوم ہوا کہ جو کچھ صاحب رسالہ نے تقیہ پر اعتراضات ہوئے وارد کئے ہیں وہ سب صاحب تحفہ پر وارد
ہوتے ہیں فما هو جوابه فهو جوابنا الغرض مقصود اصلی ہمارا اس مقام میں یہ ہے کہ جب عبارت
صاحب تحفہ سے یہ امر ثابت ہوا کہ جناب امیر نے بخوف قتل و فتنہ و فساد قاتلان عثمان یہ کلام ارشاد فرمایا کہ

اگر یہی طعن تشنیع عثمان اظہر من الشمس ہے اور باینہمہ بنا بر زعوم اہلسنت کوئی الزام عائد ہوا تو امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند رشید اونکے یہی ہیں کیونکہ وہ معذور ہونگے حالانکہ باوجود ارتکاب تاویل و تسلیم جواز توریہ اگر کسی طرح مفہوم تقیہ سے خارج نہیں پھر بھی مطلوب شاہ وجیہ صاحب کا حاصل نہیں ہوتا یعنی حمل حدیث برتقیہ کا تقیہ اور توریہ پر کوئی محل ہو بخلاف حدیث جعفری سو ہے کہ قاتلان عثمان معدودے چند تھے اور حامیان عثمان ہر کوچہ و برزن اور منزل و مسکن میں مانند مور و ملخ اور زاغ و زغن کثیر اور قوت و شوکت اونکی بہت بھی تھی پس قول تو یہ بھی بعید ہے کہ مولائی مومنین کہ بنا بر زعوم اہلسنت معتقد فضائل عثمان تھے اپنے لشکر میں قاتلان عثمان کو پناہ دیں اور ناحق اونکے سبب سے دین خدا میں قتل و قتال کو منتشر کریں قطع نظر اسکی یہ بھی بعید ہے کہ بخوف قاتلان عثمان اظہار حق نکر سکیں بلکہ وہ کلام ارشاد فرماویں کہ جو طعن و تشنیع عثمان پر مشتمل ہو اور ظاہر ہے کہ وہ لوگ معدودے چند تھے خوف و دہشت باوجود کثرت اعوان انصار عثمان بے محل تھا بخلاف امام جعفر صادق کے کہ حضرت اوس زمانہ میں موجود تھے کہ شیعہ بہ نسبت مخالفین کے اقل قلیل تھے اور امرا و سلاطین اور عوام و خواص اور جاہل و عالم سب کے سب معتقد فضائل و کمالات شیخین تھے اور صورت و سیرت میں سب شیخین کے تابع تھے اور دست ظلم و جور اونکا شیعیان اہلبیت پر کشادہ تھا پس اگر امام جعفر صادق اعدا و معاندین میں ایسا کلام ارشاد فرماویں کہ جو ظاہر میں موہم مدح اور بالخصوص قدح شیخین ہو تو بعید نہیں پس اہل انصاف پر ظاہر ہے کہ یہ الفاظ جو حدیث جعفری میں وارد ہیں محمول اوپر تعریض کے ہیں اور ہرگز مفید مدح شیخین نہیں ہیں سچ ہے اطراف و جوانب کلام کو سمجھنا کار ہر عامی و جاہل کا نہیں بلکہ اسکی سمجھ کو عقل سلیم اور طبع مستقیم چاہیئے اور اسی سبب سے احادیث شیعہ میں امام جعفر صادق سے مروی ہے لا یکون المرء فقیہا حتی یفہم معاریض کلامنا فان الکلمة من کلامنا لتنصرف الی سبعین وجها لنا من کلها المخرج یعنی آدمی کبھی فقیہ نہیں ہوتا جبتک کہ ہماری تعریض کلام کو سمجھے اور ہماری کلام میں ستر ستر وجہیں ہوتی ہیں اور ہر وجہ سے ہماری کلام کو مناسبت ہے پس اگر صاحب سوال اسکو نہ سمجھے اور دیدہ و دانستہ تجاہل کرے تو کچھ اوسکی مکر و فریب سے بعید نہیں اب تمام حدیث معصوم کو ذکر کرنا چاہیئے واضح ہو کہ اصل حدیث یہ ہے کہ بعض مخالفین نے حضرت سے دربارہ شیخین سوال کیا حضرت نے جواب میں ازراہ توریہ ارشاد فرمایا کہ هما امامان الخ فلما انصرف الناس قال الرجل من خاصته یا ابن رسول الله لقد تعجبت مما قلت فی حق ابی بکر و عمر فقال نعم هما اماما اهل النار

وقت میں کوئی مناسبت عاید نہیں ہوتے قائل بیان الاخراف ۱۲ منہ

کما قال الله تعالیٰ وجعلنا منهم ائمة یدعون الی النار واما العادلان فانا عدلوا لهما عن الحق کقوله
تعالیٰ والذین کفروا بربهم یعدلون واما القاسطان فقد قال الله تعالیٰ واما القاسطون
فکانوا لجهنم حطبا والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیه هو امیر المؤمنین حیث
اذیاه وغصبا حقه والمراد من موتهما علی الحق انهما ماتا علی عداوته من غیر ندامة عن ذلک
والمراد من رحمة الله رسول الله فانه کان رحمة للعالمین وسیکون خصما لهما ساخطا
علیهما منتقما عنهما یوم الدین انتهی خلاصہ ان کلمات کا یہ ہے کہ جب مجلس مخالفین سے خالی ہوئے
تو ایک شخص نے خواص اصحاب سے امام معصوم ع کی خدمت مین عرض کی کہ مین ان کلمات
سے جو آپ نے حق شیخین مین ارشاد فرمائے بہت متعجب ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مینے
ان دونو کو امام اس سبب سے کہا کہ وہ امام اہل نار تھے چنانچہ حقتعالیٰ قرآن مین کافرونکو امام اہل نار
فرماتا ہے وجعلنا منهم الآیة یعنی کافرونکو ہمنے امام اہل نار کر دیا ہی اور عادل اسوجہ سے کہا
۲۳ کہ اون دونون نے عدول کیا تھا حق سے جیسا کہ خداوند عالم کافرونکو انہین معنو نسے عادل فرماتا ہی
والذین کفروا بربهم یعدلون مترجم کہتا ہی کہ کتب احادیث اہل سنت مین وارد ہی کہ پیغمبر
برحق نے نوشیروان کو عادل فرمایا تھا کہ سعدی شیرازی نے اوسکو گلستان مین نظم کیا اور کہا ہے
ع زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل + گرچہ بسی گذشت کہ نوشیروان نماند ۵ ورآوان عدلش بنام جہان + کہ شید بدوران نوشیروان + پس جبکہ وجہ عدل نوشیروان کا ذکر
مفید نہین تو شیخین کو بھی مفید نہوگی اور یہہ وجہ بھی او نہین شخصونسے ہے اور قاسط اسوجہ سے
کہا کہ قاسط کی معنی ظالم کے ہین چنانچہ قرآن مین وارد ہی واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا
یعنی ظالمین جہنم کے لکڑیان ہین پھر امام معصوم فرماتی ہین یہ جو مینے کہا کانا علی الحق تو اسے
مراد یہ ہے کہ وہ دونو غالب تھی حق پر اور حق مغلوب تھا اور مراد اوس حق سے کہ جسپر غالب تھے
امیر المؤمنین ع ہین کہ اونکو اذیت دی اور اونکی حقکو چھین لیا مترجم کہتا ہی کہ اس جملہ مین امام معصوم
فی جار و مجرور کو متعلق کرتا ہی بلفظ مستولیین کہ وہ خبر خاص ہے اور محذوف ہے بقرینہ مقام اور
مذہب جمہور نحاة کا مانند سیبویہ وغیرہ کی یہ ہے کہ جب خبر خاص پر کوئی قرینہ دلالت کرے تو حذف
اوسکا جایز ہے اور چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام باتفاق جمہور اہل اسلام افصح الفصحا اور از جملہ
عرب عربا ہین پس کلام اونحضرت کا بجائے خود مستند ہوگا خواہ موافق نحاة کی ہو خواہ مخالف

اگر یہی معنی وثیقہ تشنیع عثمان ہے اظہر من الشمس ہے اور بانیہ دین بنا بر مذہوم اہلسنت کے بھی الزام عائد ہوا تو امام
جعفر صادق علیہ السلام کو قدر رسیدگی انکی مین کیونکر متعذر ہوگی حالانکہ با وجود ارتکاب این و تسلیم جواز ہو
اسیطرح مفہوم تقیدی خارج نہیں ہے پھر بھی مطلوب بندہ وہی صاحب کا حاصل نہیں ہوتا یعنی حمل حدیث بر مضمون
تقیہ اور توریہ پر فی محل ہے بخلاف حدیث جعفری اسواسطے کہ قاتلان عثمان معدود و چند تھے اور معاونین عثمان
ہر کوچہ و برزن اور منزل و مسکن مین مانند مور و ملخ اور زاغ و زغن کثیر اور قوت و شوکت انکی بڑی بھی ہے
پس اول تو یہ ہی بعید ہے کہ مولائے مومنین کہ بنا بر مذہوم اہلسنت معتقد فضائل عثمان تھے اپنے لشکر مین قاتلان
عثمان کو جا دیں اور ناحق انکے سبب سے دین خدا مین قتل و قتال کو منتشر کریں یا قطع نظر اسکے یہ بعید ہے
کہ بخوف قاتلان عثمان اظہار امر حق نکر سکیں بلکہ وہ کلام ارشاد فرماویں کہ جو طعن و تشنیع عثمان پر مشتمل ہو
اور ظاہر ہے کہ وہ لوگ معدود و چند تھے خوف و خطر با وجود کثرت اعوان و انصار عثمان بے محل ہے بخلاف
امام جعفر صادق کہ حضرت کے زمانہ میں جو تھے شیعہ بنسبت مخالفین کے اقل قلیل تھے اور امرا و سلاطین
اور عموم و خواص اور رجال و عالم سبکے سب معتقد فضائل و کمالات شیخین تھے اور صورت و سیرت مین
سیرت شیخین کے تابع تھے اور دست ظلم و جور دراز تھا شیعیان اہلبیت پر کشادہ تھا پس گر امام جعفر صادق
معاذ مین ایسا کلام ارشاد فرماویں کہ جو ظاہر موہم مدح اور بالفعل مورث قدح شیخین ہو تو بعید نہیں پس آپ
اہل انصاف پر ظاہر اگر یہ الفاظ جو حدیث جعفری مین وارد ہین محمول و بر تعریض کے ہین اور ہرگز مفید
مدح شیخین نہیں پس صحیح ہی طرف جواب کلام کو سمجھنا کام ہر عامی و جاہل کا نہیں بلکہ انکی سمجھ کو عقل سلیم
اور طبع مستقیم چاہئے اور اسی سبب سے احادیث شیعہ مین امام جعفر صادق سے مروی ہے لا یکون الرجل
فقیہا حتی یفہم معاریض کلامنا و ان الکلمۃ من کلامنا لتنصرف الی سبعین وجہا ولنا من
کلها المخرج یعنی آدمی کبھی فقیہ نہیں ہوتا جبتک کہ ہماری تعریض کلام کو سمجھے اور ہماری کلام
مین ستر وجہین ہوتی ہین اور ہر وجہ سے ہماری کلام کو مناسبت ہے پس اگر صاحب سالہ ان کلمات
کو سمجھے دیدہ و دانستہ تجاہل کریں تو کچھ اوسکی مکر و فریب سے بعید نہیں اب تمام حدیث معصوم
کو ذکر کرنا چاہئے واضح ہو کہ اصل حدیث یہ ہی کہ بعض مخالفین نے حضرت سے دربارہ شیخین سوال
کیا حضرت نے جواب مین از راہ توریہ ارشاد فرمایا کہ هما امامان الخ فلما انصرف الناس قال له رجل
من خاصته یا ابن رسول اللہ لقد تعجبت مما قلت فی حق ابی بکر و عمر فقال نعم هما اماما اهل النار

... رافضیت مین کوئی قباحت عاید نہیں ہوتی متامل ہین ۱۲ حذف ۱۲ منہ

کما قال اللہ تعالی وجعلنا منہم ائمۃ یدعون الی النار واما العادلون فالعدول لہما عن الحق کقولہ
تعالی والذین کفروا بربہم یعدلون واما القاسطان فقد قال اللہ تعالی واما القاسطون
فکانوا لجہنم حطبا والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیہ ہو امیر المومنین حیث
اذیاہ وغصبا حقہ والمراد من موتہما علی الحق انہما ماتا علی عداوتہ من غیر ندامۃ عن ذلک
والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ ص فانہ کان رحمۃ للعالمین وسیکون خصما لہما ساخطا
علیہما منتقما منہما یوم الدین انتہی خلاصہ ان کلمات کا یہ ہے کہ جب مجلس محالفین سے خالی ہوئے
تو ایک شخص نے خواص اصحاب سی امام معصوم ع کی خدمت مین عرض کی کہ مین ان کلمات
سے جو آپ نی حق شیخین مین ارشاد فرمائے بہت متعجب ہوا حضرت نی ارشاد فرمایا کہ مینے
ان دونو کو امام اس سبب سی کہا کہ وہ امام اہل نار تہے چنانچہ حقتعالی قران مین کافرونکو امام اہل نار
فرماتا ہے وجعلنا منہم الآیۃ یعنی کافرونکو ہمنی امام اہل نار کردانا ہی اور عادل اسوجہ سی کہا
کہ اون دونون نے عدول کیا تہا حق سے جیسا کہ خداوند عالم کافرونکو انہین معنون سی عادل فرماتا ہی
والذین کفروا بربہم یعدلون کذا مترجم لکہتا ہی کہ کتب احادیث اہل سنت مین وارد ہی کہ پیغمبر
برحق نے نوشیروان کو عادل فرمایا اختی کہ سعدی شیرازی نے اوسکو گلستان مین نظم کیا اور کہا ہے
ع درآوان عدلش بنام جہان + کہ سید بدوران نوشیروان + پس جبکہ مدح عدل نوشیروان کا ذکر
سعید نہین تو شیخین کو بہی مفید نہوگی اور یہ وجہ بہی اونہین شترو جہونسی ہے اور قاسط اس وجہ سے
کہا کہ قاسط کی معنی ظالم کے ہین چنانچہ ترازین وارد ہی واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا
یعنی ظالمین جہنم کے لکڑیان ہین پہر امام معصوم فرماتی ہین یہ جو مینی کہا کانا علی الحق تو اسے
مراد یہ ہے کہ وہ دونو غالب تہی حق پر اور حق مغلوب تہا اور مراد اوس حق سی کہ جسپر غالب تہے
امیر المومنین ع ہین کہ اونکو اذیت دی اور اونکی حقکو چہین لیا مترجم کہتا ہی کہ اس جملہ مین امام معصوم
فی جارہ مجرورہ کو متعلق کردانا ہی بلفظ مستولیین کہ وہ خبر خاص ہے اور محذوف ہے بقرینہ مقام اور
مذہب جمہور نحاۃ کا مانند سیبویہ وغیرہ کی یہ ہے کہ جب خبر خاص پر کوئی قرینہ دلالت کری تو حذف
اوسکا جایز ہے اور چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام باتفاق جمہور اہل اسلام افصح الفصحا اور از جملہ
عرب عربا ہین پس کلام اونحضرت کا بجای خود مستند ہوگا خواہ موافق نحاۃ کی ہو خواہ مخالف

بہ جای اگر بسبب پائی جانی قرینہ کی کلام آنحضرت کا مطابق جمہور نحاۃ کی ہی ہے پس اب جای قبر از
ہی باقی نہ رہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ علی کے معنی کلام میں استعلا کی ہیں اور استعلا اونکی محاورہ میں بمعنی غلبہ
و استیلا ہی پایی جاتی چنانچہ ملاحظہ کتب لغت سی معلوم ہوتا ہی کہ عرب کہتی ہیں علوت الرجل ای غلبتہ
پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہونگی کہ کانا غالبین علی الحق و الحق مغلوبا منہما اور یہ جو معصوم نے فرمایا ہے
کہ مراد حق سے امام ہے جناب امیرؑ ہیں امر حق ہے اور کچھ بعید نہیں ہے سو اسطے کہ لفظ حق کا اطلاق خدا
و رسول اور امام و ملائکہ و موت اور قیامت اور قرآن اور کلمہ اور کلام پر ہوتا ہی کما لا یخفی پس اگر مراد
حق سی مولای برحق ہوں خلاف حق لازم نہیں آتا و مخفی نہ رہے کہ اس مقام میں دو وجہیں اور بھی ایسی ہیں کہ
حمل کلام معصوم کا اون پر صحیح ہے **وجہ اول** یہ ہے کہ علی بمعنی استعلا ہو وے پس معنی کانا علی الحق کے
یہ ہونگی کہ وہ دونوں کرمیں باطل تھی حق پر فوقیت لیگئی اور اونہوں نے حق کو پست کر دیا جیسا کہ معصوم
دعای صنمی قریش میں ارشاد فرماتی ہیں پس بنا بر طریقہ جمع بین الحدیثین کی ارادہ اس معنے کا کلام معصوم
سی صحیح ہوگا اور یہ نوع استعلا مستلزم استیلا و ہی ہے پس اس وجہ سی بھی مقدر ہونا لفظ مستولیین کا
صحیح ہوگا کما فعل المعصوم فتامل **وجہ دوم** یہ ہی کہ کلام عرب میں علی کو مقام مخالفت لغت ۲۲
اور معرفت اور عداوت میں بھی اطلاق کرتی ہیں چنانچہ شایع و ذایع ہی کہ ہیچ محاورہ عرب کی مقام
جواب یا اعتراض میں کہتی ہیں ھذا لنا لا علینا یعنی یہ امر نافع ہے و مضر ہماری نہ مخالف اور
مضر ہماری اور مشہور ہی کہ جب شامی راہ میں لشکر جناب سید الشہداؑ سی ملاقی ہو تو حضرت نے
حر سی فرمایا العلینا ام لنا یعنی تو ہماری کمک کو آیا ہی یا ہماری عداوت پر کمر باندھے ہی و ایضا
قال اللہ تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت
قال صاحب الکشاف ینفعہا ما کسبت من الخیر و یضرہا ما اکتسبت من الشر
پس بنا بر اس وجہ کی معنی کانا علی الحق کی یہ ہونگی کہ وہ دونوں مخالف حق کی اور دشمن حق تھی اور یہی
معنی قول آیندہ میں بھی معصوم نے فرمائی ہیں پس انہی معنی کا کلام امام سی اس مقام میں بھی صحیح ہوگا
فافہم پھر معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتی ہیں کہ یہ جو میں نے کہا کانا علی الحق مراد اوس سی یہ ہی کہ عداوت
حق پر مرے یعنی جناب امیرؑ کی عداوت تا دم مرگ اونکی دلونمیں جمی رہے اور تا دم مرگ نادم نہ ہوئے
اس مقام میں لفظ علی کو بمعنی عداوت معصوم نے اطلاق فرمایا ہی جیسا کہ ہم نے وجہ ثانی میں بیان کیا پھر معصوم

معصوم فرماتی ہین ۔ یہ جو نبی لما فعلہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ لیس مراد رحمۃ اللہ سی رسول خدا ہو
ہین کہ وہ اون دونون کی دشمن ہونگی بروز قیامت اور انپر غضبناک ہونگی اور اونسی روز قیامت
کو انتقام لیوینگی مترجم کہتا ہی کہ اسمقام مین بھی علی کو معصوم فی مقام عداوت مین ارشاد فرمایا ہے
اور رحمت خدا ہونا حضرت رسالتمآب کا مقام شک وارتیاب نہین حقتعالی خود فرماتا ہی وما ارسلناک
الا رحمۃ للعالمین بہر صورت اہل انصاف پر معانی ان الفاظ کی ظاہر وباہر ہوئے کہ ہرگز
یہ الفاظ مقام مدح شیخین مین وارد نہین ہین بلکہ سراپا یہ حدیث رد وقدح شیخین پر دلالت کرتی
ہے پس ناز بیجا اور غرہ ناروا صاحب رسالہ اور اہل نحلہ اوسکی کا ان الفاظ پر بدون ملاحظہ تمام
حدیث امر عجیب وغریب ہے صاحب رسالہ کو لازم ہی کہ سر شرم گریبان تامل مین ڈالی اسواسطے
کہ صاف ظاہر ہی کہ امام معصوم نی واسطی دفع شر منافقین وبخوف ظالمین متسلطین براہ توریہ
ان الفاظ کو فرمایا ہی کہ خوش ہو گئے ہ وہی سگ بلقمہ دوختہ بہ + اور جبکہ توریہ کہ از راہ مصداق
تقیہ سے متحد ہے اور کسیطرح مفہوم تقیہ سی خارج نہین اہلسنت کی نزدیک جائز ہے بلکہ احادیث
۲۳ اونکی محمول اوسپر ہین تو پھر طعن شیعون پر بایہ نہین ہوتی ہے بلکہ ظاہر ہوا کہ حضرات اہلسنت نے اکثر
تاویل کو بی محل صرف کیا ہی اور ناحق خون انصاف اپنی گردن پر لیا ہی اور اسمقام سی تاریخ حق پر دال
جواز تقیہ کا ظاہر ہے پس جملہ اقوال آئیندہ صاحب رسالہ کی باطل ہوجاینگی لاکن ہم بالتفصیل بقدر
ضرورت جواب ہذیانات صاحب رسالہ کا اقوال آئندہ مین لکھین گے اور ظاہر کرینگے کہ جملہ اقوال اوسکے
مہمل اور مختل ہین واللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل ۝ ھو حسبی ونعم الوکیل

قال صاحب الرسالہ اور اسطرح کی روایتین ائمہ سی فریقین کی کتابون مین بہت ہین
مگر یہان یہ دو روایتین واسطی اختصار کی لکھی گئین حاصل اسکا یہ ہے کہ جب اصول اور عقیدہ اہلبیت اور صحابہ
کی یکسان ٹہری تو ثابت ہوا کہ مذہب اہلسنت کا حق ہی سو اسطی کہ بیشک اہلسنت اوسی مذہب پر ہین
جس پر صحابہ اور اہلبیت تھے **اقول وبہ نستعین** جواب شافی ان دونون روایتون کا جو
صاحب رسالہ نی عمدہ ادلہ جانکر منتخب کین ہین اور بفخر وافتخار لکھی ہین یہ معلوم ہوا کہ ہرگز مفید مطلوب
مستدل اور مضر خصم نہین بلکہ وبال اونکا گردن مستدل پر باقی ہے اور اگر صاحب رسالہ کو بہ دعوی
شیوخ خارین اثبات فضائل شیخین کی ہوس باقی ہے تو لازم ہی کہ اپنی توجیہات کو عرض نگاہ

منسوب ہین اونکی اور اپنی لکہی کے بڑی ازاہی سے ہین چوگان ہین میدان رہین لوئی ۲۰ اور
یہ جو صاحب رسالہ نے یہ بیہودہ سرائی کی ہے کہ حاصل اسکا یہ ہے کہ جب اصول اور عقیدہ اہلبیت ۲۰ اور
اصحاب کی یکسان ٹہرے الخ کلام بے حاصل اور دعوے لاطائل ہے ناظرین اقوال سابقہ پر ظاہر ہے
کہ اصحاب کی مخالفت اہلبیت علیہم السلام سے ایسے نہین کہ پوشیدہ ہو سکی اور یہ جو صاحب رسالہ نے
کہا ہی کہ بیشک اہلسنت اوسی مذہب پر ہین جسپر صحابہ اور اہلبیت تہی نازیبا اور دعوی بے سرو پا
کجا مذہب اہلسنت کہ سراپا ظلم و بدعت ہی اور کجا مذہب اہلبیت و عترت کہ عین آیت ہی ان دونو مذہبون
مین فرق آسمان و زمین کا ہی بلکہ اہلبیت نبوت کو نزدیک اہلسنت کے یہی قدر و منزلت کہان کہ وہ قابل
اور لائق اتباع ہون فضل بن روزبہان شافعی نے کہ فضلای مذہب فضول سے ہے تصریح کی ہے
کہ اہلبیت نبوت کی اقوال کا اتباع ضرور نہین اور اقتدا اونسے واجب نہین اور اونکی اجماع کا اعتبار
نہین اور مثل اس کلام کی فاضل متعصب مولوی عبد العلی نے بہی شرح مسلم الاصول مین لکہا ہے
اور عنقریب انشاء اللہ ظاہر ہوگا کہ بنای مذہب اہلسنت اقوال صحابہ و تابعین بلکہ اقوال عمر پر ہے
اونکو اہلبیت سی کیا علاقہ اکثر مسائل مین دیدہ و دانستہ مخالفت اہلبیت کرتے ہین اور پہر خجل اور
شرمندہ نہین ہوتی چنانچہ صاحب جامع الاصول نے تصریح کی ہے کہ اہل البیت یزعمون ان ابا
طالب مات مسلما یعنی اہلبیت کا زعم یہ ہے کہ ابو طالب نے حال اسلام مین وفات پائی باوجود معلوم
ہونے مذہب اہلبیت کی پہر علمای اہلسنت نے تصریح کفر ابو طالب کی ہی یہانتک کہ صاحب تفسیر مدارک وغیرہ
نے حضرت عبد المطلب کو ناجی جانا ہی لانہ علی زعمہم الفاسد سیلا بیلا ہی کفر تہی اور حضرت ابو طالب
کو ناجی نہین جانتی نعوذ باللہ منہ اور اکثر علمای اہلسنت بہی کہ صاحب تحفہ نے تصریح کی ہے کہ مذہب
علی بن ابیطالب یہ ہی کہ بیع امہات اولاد کی جایز ہے اور پہر باانیہمہ وہ علی علیہ السلام بیع امہات
اولاد کو جایز نہین جانتی اور یہ سب حال ہے جملہ فضلای اہلسنت کا کہ اقوال عترت و اہلبیت اطہار کے
کچھ منزلت نہین جانتی اور نہین مانتی حتی کہ فاضل آملی نے کہ فضلای ذی کمال فرقہ اہلسنت سے ہی اور
اوسکی جلالت مرتبت اور عظمت شان پر شرح کلیات قانون اور کتاب نفائس الفنون دو شاہد
عادل ہین کتاب نفائس الفنون مین در باب بیان علم فقہ مذاہب اربعہ اہلسنت کو نقل کیا ہے
اور مذہب امام جعفر صادق ع کو ان سب سے علیحدہ بیان کیا ہی اور پہر بنابر اپنی رای ناقص کے واسطی

واسطی عمل کے طریقہ احتیاط کا بیان کیا ہے اب خیال کرنا چاہیی کہ جب مذہب اہلسنت مذہب مخالف مذہب
اہلبیت ہی کہ خود فضلاء اونکی اعتراف کرتے ہین تو پھر دعوای صاحب رسالہ باتحاد مذہب اہلسنت
با مذہب اہلبیت کیونکر صحیح ہو سکتا ہی سبحان اللہ پیر و مرشد صاحب رسالہ یعنی مولف تحفہ
نے تو نفی انکار کیا ہے کہ لفظ مذہب کی نسبت طرف ائمہ کرنا چاہی اور صاحب رسالہ اسناد اس
نقد کا بخلاف حکم اسناد طرف اہلبیت کی کرتا ہی الحجۃ اللطیفہ یہ ہے کہ مولف تو اس جوش و
خروش مین ہے اور اوسکی علمائی بیخوف و خدا ترس روز جزا اہلبیت رسالت سی کیا کیا بی ادبی اور
گستاخیان کیمین ہین کہ قلوب مومنین اوسکی سننے سے متالم ہوتی ہین تکاد السموات یتفطرن منہ و
تنشق الارض و تخر الجبال ہدا چنانچہ فاضل ابن حجر نے کہ محب خلفای ثلثہ مین سے گلو الغ ہی تاریخ
ہجریہ مین ابی بکر ابن عربی بعد ذکر یزید اس طرح کا کلمہ نقل کیا ہی ما قتل الحسین الا بسیف جدہ
اور اوسکی توضیح مین کہا ہی ای لانہ الخلیفۃ و الحسین باغ علیہ یعنی یزید خلیفہ تہا اور حسین نے
۵ اوسپر بغاوت کی ہے اللہ اکبر اکابر اہلسنت کا یہ حال ہے ابن حجر تو یون نقل کرتا ہی اور غزالی بیان
کرتا ہے کہ اصحاب سید الشہدا اونکا حرام جانتا ہی اور ابن حجر متاخر نے صواعق مین از راہ سنگدلی اوس امام
غریب کے ماتم پر رونیکو منع کیا ہی کہ جسپر شیر ہی روئے اور غوث جیلانی پیر دستگیر اہلسنت کتاب غنیہ
مین عجب تعصب کیا ہی کہ روز عاشورہ کو روز عید اور فرح و سرور لکھا ہی اور گریہ و زاری اور نوحہ
و بیقراری سے منع فرمایا ہی اور عنوان فصل مین یون لکھا ہے فی ذکر من فضائل یوم
عاشوراء ان الحسین بن علی ع قتل فیہ انتہی کلامہ یعنی عاشورا کی فضائل سے
ایک یہ ہی کہ حسین بن علی ع اس روز مین قتل ہوئی واغوثاہ ہی امام غوث کا استغاثہ بجناب بارگاہ
حق پناہ و غیاث المستغیثین کے اور کہان کیا جاوی اللہ اللہ کیا حمیت اسلام ہی کہ روز شہادت فرزند
رسول کو روز عید اور فرح و سرور کہتا ہی اور گریہ و زاری سی منع کرتا ہی اور قتل حسین ابن علی کو
فضائل عاشورا سی لکھتا ہی حالانکہ اوسی فصل مین بیان کیا ہی کہ بروز شہادت اون جناب کی ستر ہزار فرشتے
نازل ہوئی کہ تا روز قیام قیامت اونجناب پر روئین گی خدائی تو فرشتون کو واسطی رونے
کی امام غریب کی روضہ پر معین فرمایا اور یہ دشمن خدا بندگان خدا کو رونی سی منع کرتا ہے حق
یہ ہے کہ یہ مقابلہ ساتھ خدا کی جنگ غزوہ سی کم نہین بیشک خدا کی کسی لشتہ ضعیف کو مسلط

گردیا کہ اوسنی وسکے دماغ کو مختل کیا ان اللہ لایستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقہا

ع داور بغا دیدہ انصاف گر بنیا دی + سبط پیغمبر چرا در کربلا تنہا بدی + وعجبا حلیم برزی

کہ علمای اہلسنت سی ہی کتاب نوادر الاصول میں علی النقل عنہ روایت کرتا ہی عن عمران بن حصین

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہم لا تجعل الخلافۃ

فی ولد علی یعنی خداوندا خلافت کو اولاد علی میں معین نکرنا اب لازم ہے کہ اولاد رسول سی

کسیکو اہلسنت خلیفہ نکہیں وحسرتا د شاہ ولی اللہ پدر صاحب تحفہ نی بہے کتاب ازالۃ الخفا میں بناکا

حکیم ترمذی ایسا ہی کلام نقل کیا ہی کہ قلم کو اوسکی تحریر کی تاب نہین خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ حکمت الٰہی

مین یون گذرا تہا کہ علی مرتضیٰ اور اونکی اولاد تا بقیامت کبھی منصور نہون اور جو اونمین سے

دعوای امامت کرے وہ مقتول بلکہ مخذول ہووی یہ ترجمہ ہی بعض فقرات منحوسہ کا بعینہا نعوذ

باللہ من شر الشیطان اور انہین شاہ جی نے رسالہ تفضیل الشیخین میں بہے خوب داد تعصب دی

ہی کہ باوجود حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کہ باعتراف اکثر ثقات محدثین اہلسنت صحیح ومعتبر

ہی تصریح کی ہے کہ جناب امیر علم کچہ فضیلت ابوبکر وعمر پر نہین اور انکار علم قرآن کا کیا ہے اور ۲

یہ دعوی کیا ہے کہ بنا مذہب اہلسنت کی اقوال عمر پر ہے اور جناب امیر سی اسقدر حدیثین کتب

اہلسنت مین مروی نہین کہ جو بعد کثرت شمار مین داخل ہون بلکہ جناب امیر شیخین سے علم حدیث مین استعانت

کرتی تہی اور رفتہ رفتہ جوش وخروش تعصب مین اور حرارت عناد سی ابوہریرہ کو اوسی جناب پر فضیلت

دی ہے چنانچہ بعض عبارات اوسکی یہ ہین و بعد از قرآن وحدیث مدار اسلام بر فقہ است وامہات فقہ

مسائل اجماعیہ عمر فاروق است اگر اکثر اہل اسلام بنظر اسلام نگاہ کنی حنفیان ومالکیان وشافعیان ام

المذہب مالک پس بنای آن بر موطا است ودر موطا بجز چند اثر وچند حدیث کہ شمردہ شدہ اند

از مرتضیٰ منقول نیست وہمچنین در مسند ابی حنیفہ وآثار امام محمد کہ بنای فقہ حنفیہ است از روایت مرتضیٰ

بجز چند حدیث مرفوع وچند اثر شمردہ زیادہ از انچہ در موطا است تقلیلی منقول نیست وہمچنین

در مسند شافعی کہ بنای مذہب شافعیہ است از روایت مرتضیٰ بجز چند حدیث مرفوع وچند اثر موقوف

کہ بنسبت مرویہ از دیگران در نہایت قلت است منقول نیست وکسیکہ از اصول وامہات این

مذاہب اطلاع دارد شک نکند در انکہ اصل این مذاہب مسائل اجماعیہ فاروق است وآن مانند

در مشترک است و بیان ہمہ آنہا انتہی بعض کلام بعد اوسکے ایک مقام میں یہ لکھا ہی بلکہ از عجائب است کہ
مثل ابو ہریرہ کہ صحبت او با آنحضرت قلیل است و در فقہ بپایہای بسیار فرو تر از مرتضی پنجہزار حدیث از آنجناب
روایت کردہ باشند و ثقات امت ازو یاد گرفتہ باشند و حضرت مرتضی با وجود صحبت دائمہ و کمال فقاہت و
تمام حفظ و انضمام استماع از صدیق و فاروق بسیاری را از احادیث مسموعات خویش و عدم مانع
از روایت کہ عبارت از قلت بقا است بعد آنحضرت کہ در صدیق اکبر بود است و اشتغال بامور امر
تمام عمر چنانچہ در فاروق بود است و قلت اشتغال در مسائل فقہیہ چنانچہ در طلحہ و زبیر بود و مدت دراز
در مدینہ باشند و روایت نکنند و مروان از وی حدیثی یاد گیرد باز در کوفہ چون روایت کند حدیثہا
او تا بانصد نرسد و آن نیز مختل گردد و بدرجہ صحت نرسد الا قلیلی ولکن اللہ یفعل ما یرید
انتہی اس کلام میں جو کچھ تعصب شاہ صاحب نے کیا ہی اہل انصاف پر ظاہر ہے کہ کوئی درجہ فضیلت کا جناب
امیر کی لئے باقی نرکھا اور ابو ہریرہ کو کس شد و مد سے جناب امیر پر فضیلت دی ہے کہ اہل انصاف پر
ظاہر ہے اب یہانسے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سنیوں کی علم و فقہ و حدیث اقوال مرتضی پر نہیں باقی اور اہلبیت
و عترت کا کیا ذکر پس دعوای صاحب رسالہ از سر تا پا باطل و مضمحل ہوویگا قائل اور امام فخر الدین رازی
نے جو کچھ حق اہلبیت میں فرمایا ہی بیانسے خارج ہے چنانچہ کتاب نہایت العقول میں فرماتے
ہیں و العجب انہم یزعمون ان النقی و التقی و الحسن العسکری انہم کانوا
عالمین بجمیع المسائل الی آخر العبارۃ المشہورۃ یعنی تعجب ہی کہ شیعہ زعم
کرتے ہیں کہ تقی و نقی اور حسن عسکری عالم ہی جمیع مسائل کی الخ یہ زبان درازی رازی کی اہل انصاف
ملاحظہ فرمائیں کہ کس حقارت سے نام اہلبیت کرام کا زبان پر جاری کیا ہی اور کس طرح انکار انکی علم و فضیلت
سے کیا ہی اور سبب ایسی کلمات بیہودہ و بیادبی کی مولوی روم اپنی مثنوی میں کہ بقول بعض اہلسنت قرآن
پہلوی ہے اسی رازی کی حق میں کہتی ہیں ع گر باستدلال کار دین بدی * فخر رازی راز دار دین بدی
قال صاحب الرسالۃ مگر حضرات امامیہ کہ ایسے حدیثوں کو خوف و تقیہ پر محمول کرتی ہیں اور
اس پردہ میں اپنی مذہب کو بچاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جو حدیثیں کہ تعریف خلفای ثلاثہ یا اور صحابہ
وغیرہ میں کہ موافق مذہب اہلسنت کی امامیہ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں وہ سب حدیثیں خوف اور
تقیہ سے ائمہ نے فرمائی ہیں اور طریق ائمہ کا یہی تھا جیسا امامیہ ہیں اقول و بہ نستعین

٢٧

از اسجار صاحب رسالہ استعصام من ہوای نفسانی و اتباع شیطانی ابطال حکم ربانی کا درپی ہوای پیچ
مطمح نظر اوسکا یہ ہے کہ ابطال تقیہ بدلائل و براہین کرے سب مصداق ہای جو بیش ہین ثابت کری او
اسیطرح اسکی اہل خلافی بھی اس سے انہین ہو لافی اور اس امر مین تیز زبانی کے سعی اور دیدہ و دانستہ قتال
قاش بر خاک ڈالی ہے حتی کہ بعضی استماس ہے کہ برجع خاص و عام ہین تعبیر اوسکی نفاق سے کی ہے لہذا
ضرور ہوا کہ قبل از شروع فی المقصود ہم بھی کچھہ دلائل تقیہ بروجہ اختصار کتاب خداوند غفار اور احادیث رسول
مختار اور علمای کبار اہلسنت سے بیان کرین تاکہ ناظرین منصفین پر ظاہر و باہر ہو کہ بیشک تقیہ از جملہ
احکام رب العالمین و خاتم المرسلین ہے اور بعد ثبوت اوسکی کی آیات و احادیث سے کوی جای کلام باقی
نہین رہتی وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرة من امرہم اگر
اگر حضرات اہلسنت دیدہ و دانستہ اس حکم سے تجاہل کرین اور اپنی جماعت کو مومنین اور مومنات سے
خارج کروا دین یا درجہ توسط کا درمیان مرد و زن کی اپنی لئی ثابت کرین تو امر آخر ہی اور ہم بھی بموافق
آیہ کریمہ سلام علیکم لا نبتغی الجاہلین اونسی خطاب کرینگے پس واضح ہو کہ دلائل تقیہ کی بیشمار ہین
مگر بخوف التطویل دلائل چند آیات و احادیث اور اقوال علمای اہلسنت سے باختصار لکھی جاتی ہین آیہ اولی
لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء
الا ان تتقوا منہم تقاة یعنی نہ قرار دیوین مومنین کافرونکو دوست اپنا سوائے مومنون کی اور جو شخص
ایسا کریگا پس وہ اطاعت خدا سے کسی درجہ مین نہین مگر یہہ کہ خوف کرو تم اونسی از روی تقیہ کی رازی اور تفاسیر
اور اکثر مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یعقوب بانی از جملہ قرار سبعہ ہے لفظ تقاة کو تقیہ پڑہا ہی ورنہ بھی اکثر مفسرین نے
نی لکہا ہے کہ لفظ تقاة مصدر ہے بمعنی تقیہ قد نقلہ الرازی عن الواحدی وصرح بہ غیر واحد منہم بالجملہ
دلالت اس آیت کی جواز تقیہ پر ظاہر ہے کہ محتاج بیان نہین قال البیضاوی فی تفسیرہ منع عن موالاتہم
ظاہرا و باطنا فی الاوقات کلہا الا وقت المخافة فان اظہار الموالاة ح جائز کما قال عیسی کون وسطا
وامش جانبا انتہی خلاصہ اوسکا یہ ہی کہ موالاة کفار کی ممنوع ہی مگر بروقت خوف کی اظہار موالاة کا جائز ہے جیسا کہ
حضرت عیسی نی فرمایا ہی اور فخر الدین رازی نی تفسیر کبیر مین بعد ذکر اس قول کے واعلم ان ظاہر ہذہ الآیة یدل
قولہ تعالی الا ان تتقوا الآیة کما ہی الحکم الرابع التقیة جائزة لصون النفس وہل تجوز لصون النفس
وہل تجوز لصون المال یحتمل ان یکون الحکم فیہا بالجواز لقولہ حرمة مال المسلم کحرمة دمہ

وهو ولقوله من قتل دون ماله فهو شهيد ولان الحاجة الى المال شديدة ولهذا ان بيع
بالغبن سقط فرض الوضوء وجاز الاقتصار على التيمم دفعا لذلك القدر من نقصان المال فكيف
لا يجوز ههنا والله اعلم خلاصہ اس کلام کا یہ ہی کہ تقیہ واسطے حفظ نفس کے جائز ہی اور محتمل ہے کہ واسطے حفظ
مال کے بھی جائز ہو اسلیے کہ حدیث میں وارد ہی کہ حرمت مال مسلم کی مثل حرمت خون اوسکے کے ہی اور اسلیے
کہ وارد ہی کہ جو اپنی مال کے حفاظت میں قتل ہو وہ شہید ہی اور اسلیے کہ حاجت مال کی طرف بہت ہی کہ پانی
اگر بقیمت غلا ہو تو وضو ساقط ہو جاتا ہی اور تیمم پر اکتفا جائز ہے تاکہ نقصان اسقدر مال میں نہو پس جان
کیونکر نہ جائز ہوگا ثم قال الحكم الخامس قال مجاهد هذا الحكم كان ثابتا في اول الاسلام لاجل
ضعف المسلمين فاما بعد قوة الاسلام فلا وروى عوف عن الحسن انه قال التقية جائزة
للمؤمنين الى يوم القيمة وهذا القول اولى لان دفع الضرر عن النفس واجب بقدر الامكان
انتہی یعنی مجاہد نے کہا ہی کہ یہ حکم تقیہ کا بسبب ضعف اسلام کی تہا اور بعد قوت اسلام کی نہیں رہا اور حسن بصری
سے مروی ہے کہ تقیہ جائز ہے تا بروز قیامت اور یہ قول اولی ہے اسواسطے کہ دفع ضرر کا اپنی نفس سے
واجب ہی بقدر امکان اس کلام سے رازی کی ظاہر ہوا کہ تقیہ جائز ہی اور جو دلیل کہ رازی نے ذکر کی ہی وہ تو
ہی آیہ کریمہ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة کہ مستفاد اسکا یہی ہے کہ القاء نفس ہلاکت میں بدون
حکم خدا منہی عنہ ہی اور آیہ کریمہ جو دال تقیہ پر گذری ہے مطلق ہے لا تقیید فیہا بوقت دون وقت
پس اجتہاد مجاہد کا اور تخصیص اسکی ساتھ صدر اسلام کی اجتہاد ہیچ مقابل نص کے ہی اسواسطے کہ آیہ کریمہ
منصوص اور مطلق ہے اور مطلق کو فرد مقید پر بدون قرینہ دلالت نہیں ہوتی علاوہ اسکی ضعف اسلام
باعتراف مجاہد علت تقیہ ہی پس لازم ہی کہ بحسب قاعدہ عقلیہ یعنی تحقق العلة تحقق المعلول جب ضعف
متحقق ہوا تقیہ بہی ثابت ہے اور یہہ عین مطلوب ہمارا ہی اور یہی امر احادیث کی تتبع سے بخوبی ظاہر
ہوتا ہی چنانچہ وقوع صلح حدیبیہ با کفار اور محو کرنا لفظ رسول الله کا صلحنامہ سے اور رد کرنا ابو جندل کو طرف
کا سہیل کافر کو باوجودیکہ وہ مرد مومن شدائد کفار میں گرفتار تہا اور لشکر اسلام میں بہاگا تہا یہہ سب
دلیلیں ہماری مطلوب کی ہیں کہ باوجود زمان قوت و شوکت اسلام یہ سب امور واقع ہوئی پس
ظاہر ہوا کہ جد و جہد مجاہد کا ابطال تقیہ میں سراسر باطل و مضمحل ہے غنیمت ہی کہ برخلاف قول
مجاہد حسن بصری نے تو بعد خرابی بصرہ جواز تقیہ کا اعتراف کیا ہی اگرچہ انکار تقیہ اوسکی تقدم بعض

سی معلوم ہوتا اور صحیح بخاری کا بین بھی یہ قول حسن بصری سے باب اکراہ میں مذکور ہے الغرض جواز تقیہ
اس آیت سی و اعتراف اکثر متقدمین کا بجواز تقیہ اس کلام سی ظاہر ہوا قال الله تعالیٰ آیۃ ثانیہ انما یفتری الکذب
الذین لا یؤمنون بآیات الله و اولٰئک هم الکاذبون من کفر من بعد ایمانه الا من اکره و قلبه
مطمئن بالایمان خلاصہ معنی آیہ شریفہ یہ ہے کہ دروغ بندی نہیں کرتی مگر وہ لوگ کہ جو ایمان آیات خدا کا
نہیں رکھتی اور کافر ہیں بعد ایمان کے مگر وہ کہ جسپر اکراہ و اجبار کیا گیا ہو اور دل اوسکا ایمان سے مطمئن ہو بیضاوی
نی اس آیت کی تفسیر میں و مثل اوسکی اکثر مفسرین نی شان نزول میں لکھا ہی حیث روی ان قریشا
اکرهوا عمارا و ابویه یاسرا و سمیه علی الارتداد فربطوا سمیة بین بعیرین و وجئ بحربة
فی قبلها و قالوا انک اسلمت من اجل الرجال فقتلت و قتلوا یاسرا و هما اول قتیلین فی
الاسلام و اعطاهم عمار بلسانه ما ارادوا مکرها فقیل یا رسول الله ان عمارا کفر فقال کلا ان
عمارا ملئ ایمانا من قرنه الی قدمه و اختلط الایمان بلحمه و دمه فاتی عمار رسول الله و هو یبکی
فجعل رسول الله صلعم یمسح عینیه فقال ما لک ان عادوا لک فعد لهم بما قلت و هو دلیل علی
جواز التکلم بالکفر عند الاکراه انتهی خلاصہ اس روایت کا یہ ہی کہ کفار قریش نے عمار اور اونکی والدین پر ۳۰
اجبار و اکراہ کیا اوپر ارتداد کی اسلام سی پس اونکی والدین کو قتل کیا اور حضرت عمار نی باکراہ زبانسے کلمہ کفر جاری کیے
پس جب خبر حضرت رسالت کو پہونچی کہ عمار کافر ہو گئی آپ نے انکار فرمایا اور ارشاد کیا کہ عمار سر تا قدم ایمان سے
مملو ہیں اور ایمان اونکی گوشت اور خون سی مختلط ہی جب حضرت عمار گریاں خدمت میں حاضر ہوی حضرت نی
اونکی آنکھوں سی آنسو پوچھکر ارشاد فرمایا کہ اگر پھر تمسی ایسا کریں تو پھر تم بھی ایسا ہی کرنا جیسا اب کیا قاضی
بیضاوی کہتا ہی کہ یہ دلیل ہے اسبات پر کہ تکلم بکلمہ کفر وقت اکراہ میں جائز ہے مخفی نرہی کہ یہ حدیث اکثر
کتب معتبرہ اہلسنت میں مرقوم ہی بلکہ علمای اہلسنت نی باجبار و اکراہ مثل قاضی بیضاوی کی موافق مضمون
اس حدیث کی فتوی جواز تقیہ کا دیا ہی اور کلام جناب خیر الانام ان عادوا لک فعد لهم نص صریح اس مطلب
میں ہے فیا اهل التمیز و الحیا هذان لم تؤمنوا بهذا الحدیث فبای حدیث بعد الله و آیاته
تؤمنون اور اسیطرح اکثر آیات قرانیہ و احادیث نبویہ دلالت اوپر جواز تقیہ کی کرتی ہیں اور اونکے
ملاحظہ سی یہ بہت معلوم ہوتا ہی کہ حضرات انبیا و مرسلین بوقت خوف دشمنان دین بہت سے تقیہ فرماتے
ہیں مگر ذکر اون سبکا اس مقام میں موجب تطویل ہے لہذا اشارہ اجمالیہ پر اکتفا کی اور اقوال آیندہ میں

آئندہ بھی جس جگہ کہ صاحب رسالہ نے انکار تقیہ جیاہے فرمایا ہے اوس مقام میں کچھ بطور نمونہ بیان کیا جاویگا
لیکن اس مقام میں بسبب ضرورت اجرائے صلح حدیبیہ برکفا شیع نہ بیان جنگ و جدال اہل خلاف ہی اکتفا کے
باقی ہے مخفی نرہے کہ اجرائے صلح حدیبیہ شاہد عادل جواز تقیہ پر ہے کہ جناب ختمی مآب نے باوجود شوکت
وقوت اسلام و اجتماع اعوان و انصار کفار سے صلح کرلی اور صلح بھی اس نہج پر کہ کفار کو مسلمین پر قوت
وغلبہ یعنی از جملہ شروط صلح یہ شرط تھی کہ جو کوئی شخص قوم کفار سے بپناہ اسلام میں آوے ہم اوسکو
سپرد کفار کریں اور جو مسلمین سے بپناہ کفار میں آئے تو اوسکو مسترد نکریں اور جبکہ صلحنامہ لکھا گیا تو بجائے
بسم اللہ کی لفظ باسمک اللہم لکھی گئی اور جبکہ محمد رسول اللہ سے کفار نے انکار کیا تو حضرت نے خود دست
مبارک سے محو فرمایا اور اسی اثنا میں ماجرائے ابو جندل درپیش ہوا کہ اوسنے اہل اسلام سے استغاثہ کیا
اور آخر میں حضرت نے برعایت صلح اوسکو سپرد کفار کیا چنانچہ یہ سب احوال کتب معتبرہ فریقین میں مذکور
ہیں اور صاحب مواہب لدنیہ نے علی ما نقل عنہ بعض الاعلام بخاری سے نقل کیے ہیں کہ اثنای تحریر
صلحنامہ میں ابو جندل بن سہیل مقید بقید زنجیر داخل ہوا اور مکہ سے نکل کر اپنے تئیں لشکر مسلمین میں ڈالا
٣١ پس سہیل بن عمرو نے کہ وکیل قریش تھا کہا اے محمد یہ اول وہ امر ہے کہ جسپر ہم آپ سے صلح کرتے ہیں
چاہیے کہ اسکو ہمیں سپرد کیجیے حضرت نے فرمایا کہ ابھی صلحنامہ تمام نہیں ہوا ہے تب سہیل نے کہا کہ واللہ صلح
پر ہم کبھی صلح نکرینگے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اسکو میرے پاس خاطر سے چھوڑ دے اوسنے انکار کیا حضرت
نے مکرر فرمایا اور اصرار کیا مگر وہ اپنے انکار سے باز نہ آیا آخر حضرت نے اوسکو سپرد کفار کیا ابو جندل نے
کہا کہ اے گروہ مسلمین میں پھیرا جاتا ہوں طرف مشرکین کی حالانکہ میں مسلمان ہوں کیا تم لوگ نہیں دیکھتے
کہ میں نے کسقدر صعوبتیں کفار کے ہاتھ سے اوٹھائی ہیں بعد اوسکے ابن اسحق سے نقل کیے ہیں کہ جناب رسالت
نے فرمایا اصبر و احتسب فانا لا نغدر وان اللہ جاعل لک فرجا و مخرجا یعنی صبر کر اور خاموش ہو کہ
ہم غدر نہیں رکھتے ہیں بتحقیق کہ حقتعالی تیرے لیے جلد کشائش اور آسائش کریگا اس روایت سے
صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے بسبب غلبہ کفار اشرار مجبور تھے کہ آخر بہر طور کفار کے قول کو مانا اور جو کچھ اونہوں
نے باصرار کہا حضرت نے وہی کیا اور یہی معنی تقیہ کے ہیں اب لازم ہے کہ بعد ملاحظہ مضمون حدیث صلح
اہلسنت مجادلہ اور مکابرہ سے باز آئیں اور جواز تقیہ پر اہل ایمان سے صلح کرلیں اور مانند بعض حضرات
عالیدرجات کے بقصد الم نعطی الدنیۃ فی دیننا مترنم نہوں کہ آل اس تشکیک کا بجز شرم و حجاب کے

الی یوم الحساب بیہجو نہیں الکا اسی لئے سبکی صاحب مواہب کہتاہی قال الخطابی تاول العلماء ما وقع فی
قصة ابی جندل علی وجہین احدہما ان اللہ قد اباح التقیة للمسلم اذا خاف الہلاک ورخص له
ان یتکلم بالکفر مع اضمار الایمان ان لم یمکنه التوریة فلم یکن رده الیہم اسلامًا لابی جندل
الی الہلاک مع وجود السبیل الی الخلاص من الموت بالتقیة والوجه الثانی انما رده الی
ابیه والغالب ان اباه لا یبلغ به الی الہلاک وان عذبه او سجنه فله مندوحة بالتقیة
ایضا انتہی یعنی خطابی کہتاہی کہ علما نی اس قصہ کی تاویل میں دو وجہیں ذکر کی ہیں ایک یہ ہی کہ خدا
نی مباح کیا ہی تقیہ کو واسطی مسلم کی جبکہ خوف ہلاک کا ہووی اور رخصت دی ہے کلام کفر کے ساتھہ اخفاء ایمان کر
اگر توریہ ممکن نہو پس پھیر دینا اوسکا سبب ہلاک کا نہ تہا کہ نجات اوسکو موت سی بسبب تقیہ کی ہے ممکن ہے
دوسری وجہ یہ ہی کہ حضرت نی ابو جندل کو اوسکی باپ کے سپرد فرمایا اور غالب یہ ہی کہ باپ اپنی فرزند کو ہلاک
نہیں کرتا اور اگر خوف عذاب قید کا تہا تو اوسکی تدبیر تقیہ سی بہی ممکن تہی اس کلام سی بہی ظاہر ہوا کہ علما ی
اعلام اہلسنت نی مقام خوف میں تقیہ کو تجویز کیا ہی بلکہ تتبع کتب اہلسنت پر واضح ہی کہ جمہور علما ی
اہلسنت قائل بجواز تقیہ ہیں اور ناظر منصف پر بہی ظاہر ہے کہ دلائل جواز تقیہ اہلسنت کی کتابوں میں
اس قدر ہیں کہ حصر و احصا اونکا کیا جاوی حتی کہ صاحب تحفہ کہ سرگروہ سنیان ہند ہی خود اپنی کتاب میں
اعتراف بجواز تقیہ کرتا ہی اور پہر باینہمہ بمضمون فلما جاءتہم ما عرفوا کفروا به انکار تقیہ سی کرتا ہی چنانچہ
باب یازدہم میں لکہتا ہی باید دانست کہ تقیہ در اصل شریعت بدلیل آیات قرانی قوله تعالی لا یتخذ المؤمنون
الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا
منہم تقاة و قوله تعالی الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان الی غیر ذلک من الآیات تعریف
تقیہ ثابت است کہ محافظت نفس و عرض یا مال از شر اعدا نماید و عدو دو قسم است اول آنکہ عداوت او
مبنی بر اختلاف دین و ملت باشد چنانچہ کافر و مسلم دوم آنکہ عداوت او مبنی بر اغراض دنیوی باشد
مانند مال و زن و متاع پس تقیہ نیز بر دو قسم شد الی آخر ما قال اب فرماتی کہ جب ایسی عماید اور
ارکان فرقہ اہلسنت قائل بجواز تقیہ ہوں تو پہر ناحق بیچارہ شیعوں کو شکنجہ الزام میں گرفتار کرتی ہیں اور
اپنی علما کو نہیں دیکہتی کہ خود عاجز ہو کر مذمت مذہب شیعہ کی کرنی لگی آیا نہیں دیکہتی کہ حضرت امام
اعظم کہ سنیان عرب و عجم خاصہ اہل ہند مطیع و معتقد اونکی ہیں کار بند تقیہ ہوتی تہی چنانچہ ملا عبد الکریم شہرستانی

مشہور شافی ہیں علاوہ محل ہیں اور صاحب تفسیر کشاف فی تفسیر قولہ لا ینال عہدی الظالمین میں نقل
کیا ہے کان ابو حنیفۃ یفتی سرا بوجوب نصرۃ زید بن علی وحمل المال الیہ والخروج معہ
علی اللص المتغلب المتسمی بالامام والخلیفۃ کالدوانیقی واشباہہ یعنی ابو حنیفہ فتوی دیتا تھا پوشیدہ
ساتھ وجوب نصرۃ زید شہید کی اور لیجانی مال کی طرف اونکی اور خروج کرنیکی ہمراہ انحضرت اوپر دزد
متغلب کی کہ اپنے تئین امام و خلیفہ کہلاتا تھا مانند دوانیقی وغیرہ کے اس عبارتسی صاف ظاہر ہے
کہ پوشیدہ فتوی دینا ابو حنیفہ کا بوجوب مددگاری زید شہید تھا مگر بخوف ظالمین و سلاطین
جور و امرا ستم پیشہ اور یہی معنے تقیہ کی ہیں چونکہ ابو حنیفہ قاضی دین حنیف ہیں علی رغمہم پس
حضرات اہلسنت پر واجب و لازم ہے کہ حضرت امام اعظم کے فتوی پر گردن تسلیم خم کریں اور نعمت عظمی
جانکر شعار نعمان کو اون لین الطرف کریں فان النعامۃ ظالمۃ + اب بیان صحیح
ہوا کہ تقیہ وہ چیز ہے کہ اوسکی اباحت اور جواز پر قران اور حدیث اور اقوال علماء معتبرین اہلسنت
دلالت کرتی ہیں بلکہ سنیونکی پیشوا اور امام عمل تقیہ پر کیا کئی اور اوسکو سپر امان جانتی رہے
اب اگر صاحب رسالہ برخلاف آیہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ تقیہ کا کاربند ہو اور اوسکو سپر ۴۳
حفظ جان نکریں اور بسبب انکار حکم خدا گرفتار پنجہ بلا اور لکدکوب اعدا ہوں اور اپنی بزرگونکا شعار
اختیار کریں تو اوسکی سزا یہی ہے بطلان کا آدمی الشی کیب انتہی حضرت خلیفہ اول بہی اول اسلام
میں اسی جوشش و خروش میں آئے تہی اور باوجود افہام و تفہیم رسول کریم اظہار امر دعوت میں کہ
میں عداوت تھا گرم ہوئی تہی لاکن بفحوای ۵ ولی بجلہ اول عصای بر شکست + بدولت
نافہمی کے گرفتار ضرب نعال کفار بدحال ہوئی اور کیا عجب ہی کہ اگر اہلسنت زمانی حفذر و ہوے
بلکہ اس عصر میں کاربند تقیہ ائمہ معصومین علیہم السلام سی کرتا ہی ورنہ نہیں دیکھا کہ عماد اہلسنت
یعنی قاضی بیضاوی و دیگر معتبرین معترف اسکی ہیں کہ انبیا و مرسلین اکثر کاربند تقیہ ہوتی ہے
چنانچہ عنقریب واضح ہوگا پس باوجود اعتراف بتقیۂ انبیا انکار تقیہ ائمہ معصومین ۱۲ از جملہ عجائب ہے
اے صاحب رسالہ تفحص کتب و رسائل قوم بغیر کرتا اور نہیں دیکھا کہ مخالفین فرزدق جیسے ائمہ
معصومین پر طعن بتقیہ کرتی چلی آئی ہیں بکمال تعجب ہی کہ مخالفین تک جو شرف اتباع اہلبیت
معصومین سی دور تر ہیں مذہب ائمہ اہلبیت سی واقف ہوں اور تقیہ کو اونکا مذہب مشہور

اور صاحب رسالہ باوجود دعوای محبت اہلبیت انکار تقیہ ائمہ معصومین سے کرتا ہی اور اوسکے
مذہب سے واقف نہیں ہے صاحب ملل و نحل نے سلیمان بن جریر سے نقل کی ہے کہ وہ کہتا تہا ان
ائمة الرافضة وضعوا مقالتين لشيعتهم لا يظهر احد قط عليهم احدهما القول بالبداء
فاذا اظهروا قولا انه سيكون لهم قوة وشوكة وظهور ثم لا يكون الامر على ما اخبروه
قالوا بدا لله في ذلك والثانية التقية فكلما ارادوا تكلموا به فاذا قيل لهم ذلك ليس
بحق وظهر لهم البطلان قالوا انما قلناه تقية وفعلناه تقية انتهى خلاصہ اس کلام کا یہ
ظاہر ہی کہ ائمہ شیعہ نے دو قول ایسے وضع کئے ہیں کہ کوئی اونپر ظفریاب نہیں ہو سکتا ایک قول
کہ جب انہی شیعوں کو خبر اپنی قوت و شوکت و ظہور کی دیتی اور وہ واقع نہ ہوئی تو کہا کہ خدا کو بدا واقع
اور دوسری تقیہ کو کہ کہا ہی اوسے کہتی رہے اور جب معلوم ہوتا کہا کہ معاذ اللہ وہ حق نہیں تو کہتے
کہ ہمنے وہ تقیہ کہا تہا اس کلام کو فخر الدین رازی نے بہی تفسیر کبیر میں نقل کیا ہی اسسے ظاہر
ہوا کہ تقیہ افعال ائمہ میں داخل تہا کہ آخر مخالفین حضرات کی اوسپر بسبب اسکی طعن کرتے تہے
کہ منافقین افعال رسول خدا ذو الجلال پر زبان اعتراض دراز کرتے تہی قاتلہم اللہ انی یوفکون
کیا صاحب رسالہ نہیں دیکہا کہ اکثر ثقات علمای امامیہ نے کتاب فردوس دیلمی سے نقل کیے ہی جناب
امیر المومنین علی بن ابیطالب سے کہ اون حضرت نے فرمایا لا دین لمن لا تقیة له یعنی وہ بیدین ہے کہ جو
تقیہ نہ کرے کیا صاحب رسالہ نے نہیں دیکہا کہ صاحب تحفہ نے خود اعتراف کیا ہی کہ جناب امیر المومنین نے
بخوف فتنہ و فساد قاتلان عثمان حق عثمان میں فرمایا قتله الله وانا معه جیسا کہ ابراہیم نے حق
سارہ میں ہذہ اختی فرمایا تہا آیا یہ تقیہ نہیں کہ امر حق کو بخوف فتنہ و فساد قاتلان عثمان کی مخفی کیا
اور ظاہر نکرسکے پہر اور معنی تقیہ کے کیا ہیں پس اس عبارت سے دو امر ظاہر ہوئی اول تقیہ امیر المومنین
علیہ السلام دوم تقیہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن کہ جنکی حق میں حقتعالی فرماتا ہی قال من یرغب عن ملة
ابراهيم الا من سفه نفسه اور سابق میں کنایۃ بیان ہوا کہ حقتعالی نے مقام مدح مومن آل فرعون
میں فرمایا ہی وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانه پس واضح ہوا کہ تقیہ از جملہ احکام ربانی
اور سنن انبیاء و مرسلین اور افعال مومنین و صالحین سے ہے اور منکر اوسکا خارج از مرتبہ ایمان
اور مستحق نیران **قال صاحب الرسالة** اہلسنت اثبات کی جواب میں کہتی ہیں کہ

یہ بات امامیہ کی بہت طرح سے قابل ماننے کے نہیں ہے منجملہ اونکی یہ دلیل ہے کہ نبی اور امام اللہ کا حکم پہنچاتے
ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے اور گمراہوں کی راہنمائی میں ہرگز سستی نہیں کرتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ ترجمہ وہ جو پہنچاتے
ہیں پیغام اللہ کی اور ڈرتے ہیں اوسی اور نہیں ڈرتے کسی سے سوای اللہ کے اس آیت سے معلوم
ہوا کہ اگر خلفای راشدین قابل تعریف کی نہوتی تو ائمہ ہرگز اونکی مدح کرتے اور بندگان خدا کو
دہوکا دیتے نعوذ باللہ من ذلک **اقول وبہ نستعین** بیان سابق سے واضح اور عیان
ہوا کہ تقیہ وہ بنیان مرصوص اور سد سکندری ہے کہ سعی مفسدین فی الارض سے منہدم ہو نہیں سکتی
بنای اقوال مخالفین نظر بقواعد مسلمہ اور اصول مقررہ خود ہا فاسد اور خراب ہیں اور حضرات منکرین سے
یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المؤمنین ہیں اسواسطے کہ باجماع امت تین وجہ پر عمل
معتبر ہے **اول** قرآن کہ معمول بہ اور مسلم عند اہل الاسلام ہے اور حال اوسکا واضح ہوا کہ آیات قرآنیہ
صریحا جواز تقیہ پر دلالت رکھتی ہیں اور جواز پر شاہد عدل ہیں وکفی باللہ شہیدا **دوسری**
حدیث کہ جو کتب صحاح میں مروی ہو خاصۃ صحیح بخاری میں کہ بتصریح ثقات قوم اوسکی صحت
قسم کہانا جائز ہے اور بعد الیقین منکر صحت اسکا سزاوار کفارہ ہی اور زوجہ اوسکی حبالہ نکاح سے
باہر ہو جاتی ہے اور بی نکاح ثانی کے جو اولاد کہ پیدا ہو اولاد زنا ہے پس اہلسنت کو بخیال ننگ
ناموس وحفظ نسب بحرکت قسری واضطراری وازراہ مجبوری وناچاری اور ذلت وخواری اعتراف
بصحت حدیث بخاری بی تاویل علیل کے لازم ہوگا اور بحمد اللہ کہ حدیث سے بہی جواز تقیہ ثابت
ومحقق ہے چنانچہ سابق میں بروایت بخاری مرقوم ہوا **تیسری** اقوال وافعال علماء کہ بنا
اونکی بہی قرآن وحدیث پر ہی بلکہ اقوال وافعال اونکی مثل نتیجہ کی ہیں اور قرآن وحدیث مثل صغرے
وکبری کی اور تسلیم نتیجہ مستلزم تسلیم صغری وکبری ہے وبالعکس اور ناظرین پر ظاہر ہی کہ یہ بہی بشہادت
اقوال علماء اہلسنت ہم بیان کر چکی ہیں حتی کہ فاضل دہلوی نے کہ خاتم العلماء اور سرآمد فضلای فرقہ
جہول ہے تحفہ سردہ میں تقیہ کو شروع فرمایا ہی اور آیات قرآنیہ سے استشہاد کیا ہے پس اب تک
بوجوہ ثلاثہ کاسہ لیسان اصحاب ثلاثہ کو کوئی چارہ بجز قبول کرنے جواز تقیہ کی اور اقرار باحث کے
باقی نہیں الحاصل جبکہ جواز تقیہ اسطرح پر ثابت ہی کہ آیات قرآن اور احادیث فخر مرسلان اور

اقوال رائین بلا انتقال علمائی اہلسنت سابقہ دو سکی موافق ہین تو ہر نا حق صاحب رسالہ بمقابلۂ اہلحق
ودپی البطال واستعد جنگ وجدال ومہیای اسناد لاکن نہین جانتا کہ یہ حصن بلیغ اور قصر منیع
ہوالانکا ومگس اوس محل شا الطرہ ہر کس وناکس نہین ۵ ای مگس عرصۂ سیمرغ نہ جولانگہ تست + عرض
خود می بری و زحمت ما میداری + ہر چند کہ بعد بیان براہین ودلائل کے محل قول قائل اور نزاع
لاطائل کا باقی نہین لاکن چونکہ صاحب رسالہ نی اسمقام پر بنی دعوای باطل بر دلائل موہومہ ذکر کئے
لہذا ضرور ہوا کہ ہم بھی جواب اون وجوہ کا برعایت اختصار تحریر کرین اگرچہ ہرایک بیہودہ اوسکی بدیہی
البطلان اور محتاج جواب نہین پس مخفی نرہے کہ یہ جو صاحب رسالہ کہتا ہے کہ نبی وامام اللہ کا حکم
پہونچاتی ہین اور کسی سے نہین ڈرتے مفہوم اسکا راجع طرف الیہ کلیہ ہے اور یہ سلب کلی اور نفی خوف
علی الاطلاق صحیح نہین اسواسطی کہ بشہادت آیات قرانیہ اور احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ
کہ قریب بشہرت و استفاضہ و تواتر کے پہونچی ہین یہ امر ثابت ہی کہ انبیاء ومرسلین اکثر مخالفین اور
کفار سی خائف رہتی تہی چنانچہ در کلام حضرت کلیم اللہ ففررت منکم لما خفتکم وایضا آیہ ولہم علی ذنب
فاخاف ان یقتلون اس امر پر محب بینا اور اسیطرح آیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ اور بحکایة
رسالتمآب قران مین وارد ہی دلالت اس امر پر کرتی ہی کہ حضرت بعض مخالفین اور معاندین سی خائف تہی
اور اسیطرح آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ
واللہ یعصمک من الناس اسی پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت بعض مخالفین اور معاندین سے
خائف تہی اور اظہار حکم خدا بروبرو تمام ناس بسبب بغض وحسد حساد وبخوف فتنہ وفساد مخالفین نہایت
نہین کر سکتی تہی والا تاکید وتہدید کہ مفاد آیہ کریمہ ہے لغو وبیفائدہ ہو گی نعوذ باللہ سبحان اللہ
اگر نفی خوف علی الاطلاق اور سلب کلی خوف کا نسبت بانبیاء ومرسلین صحیح ہو تو ہجرت جناب ختمی مآب
کی مکہ سے طرف مدینہ کی اور پوشیدہ رہنا انحضرت کا غار مین منہی عنہ اور حرام ہو اسواسطی کہ سبب اسکا
قلت بلکہ فقدان اعوان وانصار اور خوف کفار اشرار ہے اور یہ خوف علی الرغم صاحب الرسالہ غیر جائز اور
اس خیال مین علاوہ سب قباحتون کی ایک بڑی قباحت یہ لازم آتی ہے کہ جو کچھ فضیلت ہو موے
اور منقبت مرحومی یار غار کی اہلسنت کی نزدیک ثابت ہی وہ خاک مین ملی جاتی ہے اور گریہ وزاری
حضرت کی کہ محض بزدلی ہے باعث مضحکہ ہوتی ہے اور یہ امر پسند خاطر اہلسنت نہین اگرچہ بعیم

شیعہ اسکا مطلب نفی اوس رحال ابوبکر کو مصداق شعر سعدی بجا جانتی ہیں شعر [illegible] الرخود یار غار
ان پر کہ جاہل ہو و نکسار + ولنعم ما ینسب الی العطار من التعریض لصاحب الغار ۵ لیس
ح حدیث غار کہ عار ہست تر دو قتل + آن حزن و بیقراری کی شیخ مغموم + پیرشن آن امام کو غم ناشں +
رد ما رمی مقتدای اگر گزیدہ بکجا برم + فتامل اور اگر وہ موافق صاحب رسالہ صحیح ہو تو پھر ناحق حضرت
بیوی قوم عایشہ سی خایف تہی ور بخوف قرب زمان جاہلیت قوم عائشہ کے بنای کعبہ کو منہدم کر کے
تعمیر اصلی کر سکتی تہے اور ناحق جناب ختمی مآب ابتدای بعثت مین مخفی اور پوشیدہ ہدایت کرتے ہو
جیسا کہ صاحب مواہب لدنیہ نی نقل کیے ہی کی حضرت ابتدای زمان مین مخفی اور پوشیدہ ہی تہے
جب آیۂ فاصدع بما تؤمر نازل ہوا تو حضرت نی اظہار دعوت فرمایا چنانچہ کلام اوسکا منقریب
ذکر ہوگا پس اب معلوم نہین کہ صاحب رسالہ جناب خاتم الرسالہ اور دیگر انبیاء و مرسلین کی نبوت
کا معتقد ہے یا بسبب اس دعوی کاذب کی مانند بعضے بزرگان عالیشان نبی کی ان حضرات عدہ
صفات کی نبوت اور رسالت مین شبہ و شک کرتا ہی مگر مشکل ہے کہ اونہون نی تو بعد ذات کی چند ۳۷
بندہی آزاد کئی اور اونٹ قربانی کیے اور اعمال بجا لائی اور مولف رسالہ اگر مانند مار عشوی کے
و بہت وہ بالکل کر کتاب بہی نام اوسکی درست ہو و ہوس شیطانی ہے نہ چہوٹے گے اب اس جگہ سے
کلام ہی ظاہر ہوا کہ دلیل صاحب رسالہ ضعیف و علیل ہے اور کسی طرح کا نفع اوس ہی مولف کو حاصل نہین
اور آیہ کریمہ کو جو صاحب رسالہ اپنی مطلوب پر شاہد لایا ہے یہ بھی محض خوش فہمی ہے اہل علم
ت قرانیہ و احادیث معتبرہ ثابت کر چکے ہین کہ حضرات انبیاء و مرسلین بعض اوقات مین مخالفین سے
خائف رہتی تہی پس دلیل آیات قرانی اور احادیث صحیحہ کے مراد اس آیہ کریمہ سے یہ ہو گی
کہ انبیا تبلیغ رسالت خدا کرتے ہین اور اظہار حکم خدا و تحلیل فرماتے ہین اور اس تبلیغ رسالت
اور اظہار حکم خدا مین کسی سی خوف نہین کرتے و ہذا ہو الحق حضرات امامیہ کب اس امر کی منکر ہین
بلکہ علمای اعلام اور فضلای کرام فرقہ حقہ نے تصریح اس امر پر کی ہے کہ انبیاء و مرسلین اور ائمہ معصومین
کو بیان حکم خدا اور تبلیغ رسالت اور اظہار امر حق مین کہ جسکا اظہار اون حضرات پر موقوف ہو تقیہ
حرام ہے ورنہ فائدہ بعثت حاصل نہوگا اور باب ہدایت مسدود ہو جائیگا و لم یقل به احد بلکہ امامیہ کے
نزدیک تقیہ انبیاء و ائمہ پر اوس وقت مین جائز ہے کہ جب امر حق ظاہر ہو اور دلیل قاطع اور حجت

سا طمع اوسپر موجود ہو اور بیان ظلم کا اون حضرات پر بوجہ خوف نہو اسواسطے جناب سید مرتضی علم الہدی
اور علامہ طبرسی اور اکثر علمای کرام نے تصریح فرمائی ہے من شاء فلیرجع الی مصنفاتہم اور جناب
طبع سلیم عقل مستقیم کو بھی محل شک نہین کہ عموم آیہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان اور دیگر آیات
قرآنیہ کہ جواز تقیہ پر دلالت کرتی ہین شامل انبیا و مرسلین و ائمہ معصومین و دیگر عباد مومنین ہے اور
اسیطرح احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ تقیہ انبیا پر دلالت کرتے ہین اور اقوال علمای معتبرین سے
بھی تقیہ کرنا انبیا کا ثابت ہے کما سیجیئ الحاصل ان سب تقریرات سے ظاہر ہوا کہ آیہ کریمہ سے یہ مراد نہین
کہ انبیا پر مطلقا خوف جایز نہین جیسا کہ صاحب رسالہ سمجھا ہی الا وقوع اختلاف و تناقض قرآن مین لازم آتا ہے
وھو باطل بالبداہۃ لقولہ تعالی ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا فاکتب راجع بشکایت بعد انبیا
جواب تحقیقی سے ہم فارغ ہوئی تو الزامی جواب بھی تحریر کرنا ضرور ہے کہ بہر نوع اور بہر وجہ زعم ناقص
مخالفین باطل ہو جاوے حضرات سنیہ بمقابلہ خصم مین بالکل سپر انداختہ ہون پس واضح ہو کہ سابق مین
مذکور ہوا کہ سرآمد فضلای فرقہ بکریہ و عمریہ و رئیس محبین عثمانیہ و امویہ نے تحفہ اثنا عشریہ مین اعتراف کیا ہے ٣٨
کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بضرورت تقیہ و فساد قاتلان عثمان اور بخوف قتل و حفظ جان حق عثمان
بن عفان مین فرمایا قتلہ اللہ وانا معہ جیسا کہ حضرت ابراہیم نے ہذہ اختی درحق سارہ مین فرمایا تھا
اہل انصاف پر ظاہر ہے کہ یہ کلمہ حد تسلی آفتاب تابان کی مذہب عثمان بن عفان پر دلالت رکھتا ہی اور
اسیطرح تاویل ضرور نہین لاکن بعد فرض و تسلیم تاویل توریہ و تقیہ اس حدیث مین اہم ہے جناب رزاق
صاحب رسالہ اس مقام مین اوسکی کلام کو منقلب کی کہتی ہین کہ اہلسنت حدیث مذمت عثمان کو
محمول توریہ اور تقیہ پر کرتے ہین اور اس پردہ مین اپنی مذہب کو بچاتی ہین شیعیان اہلبیت
کہتی ہین کہ یہ بات اونکی کئی وجہو سے قابل ماننے کے نہین بخلاف انکی اول یہ ہے کہ نبی اور امام
اللہ کا حکم پہونچاتے ہین اور کسی سے نہین ڈرتے اور گمراہون کے راہنمائی مین ہرگز کسی سے نہین کرتے
چنانچہ حقتعالی فرماتا ہے الذین یبلغون رسالات اللہ الخ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عثمان
قتیل الدار لائق مذمت نہوتی تو مولای مومنین کبھی اونکی مذمت نکرتے اور بندگان خدا کو دھوکا نہ دیتے
نعوذ باللہ من ذلک اب صاحب رسالہ کو لازم ہے کہ اوسکے جواب کی تدبیر کری اور اپنی امام قتیل اور عالم
بی نظیر کی عدیل سے دفع طعن فرمائی وما ھو جوابہ فھو جوابنا عن ھذا الاستدلال

وکفی اللہ المؤمنین القتال **قال صاحب الرسالۃ فی الحاشیۃ** لاکن عجب ہے
کہ امامیہ کے نزدیک ائمہ باوجود منصب امامت وخلافت کی عمر بھر مخالفوں کے خوف سے اظہار حق نکر سکے
انتہی **اقول** ماشاءاللہ متن میں آپ ہی نے کیا متانت وفطانت کو کم دخل دیا تھا کہ اب وہ بیچ حاشیہ
لکہا سبحان اللہ اپنی طرف سے ایک بات بنانا اور شیعوں کی جانب اوسی منسوب کرنا اور آپ ہی اوس پر تعجب کرنا
از عجب است ؎ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ + یہ محض کذب ہے مؤلف کو لازم ہے کہ کسی
عالم شیعہ کے کلام سے ثابت کرے کہ ائمہ عمر بھر اظہار حق نکر سکے حاشا ثم حاشا ہرگز یہ مذہب امامیہ کا نہیں
بلکہ ائمہ علیہم السلام نے تو ایسا اظہار حق فرمایا کہ جو حق اظہار ہے اور ایسا آفتاب یقین ہمیں اور خصوصاً حضرت
امیر علیہ السلام کو ظاہر فرمایا کہ کوئی خاک اوس پر نہیں ڈال سکتا ہے اور تجاہل اور تعامی کرے تو بات ہی اور ہے
؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اہلبیت معصومین
بیان حکم خدا اور اظہار امر حق میں کہ جسکا بیان اور اظہار اونہیں پر موقوف ہو تقیہ نہیں فرماتے تھے
ہاں جبکہ دلیل قاطع اور حجت ساطع ایسے موجود ہوتی تھی کہ مثل آفتاب کے ظاہر ہو یا تعلیم اوسکی ان
۷۹ حضرات پر موقوف نہ ہوتی تھی اور سبیل علم کی اونپر منحصر نہ تھی تب حفظ النفوسہم ونفوس
شیعتہم تقیہ فرماتے تھے کما صرح بہ علمائنا الاعلام اور یہ امر کسیطرح قابل طعن والزام نہیں
بلکہ متضمن فوائد بیشمار ہے معاملہ صلح حدیبیہ موید اسکا ہے کہ نظر بمصلحت ہائے مستقبل وحال رسول خدا صلعم
نے بکمال تحمل اور استقلال کفار مکہ سے صلح فرمائی اور جس امر پر اونہوں نے اصرار کیا اوسیکو قبول فرمایا
حتی کہ لفظ رسول اللہ کو باوجود ادعای مرتبہ نبوت ورسالت اپنی دست حق پرست سے محو فرمایا اور
ابو جندل کو باوجودیکہ وہ لشکر اسلام سے پناہ مانگتا تہا اور بجرم اسلام شدائد کفار نابکار میں اسیر وگرفتار تہا
سپرد کفار فرمایا اور خود فرمایا کہ ہم تیری رہا کرنے پر قدرت نہیں رکہتے کما مرت الیہ الاشارۃ اور آخر
میں مصلحتیں اس صلح کی یہ ظاہر ہوئے کہ وہی کفار مکہ شرف باسلام ہوئے اور فوج فوج دین خدا
میں داخل ہوئے اور مومنین ومومنات جو مغلوب تھے کفار پر غالب آئے اور عنقریب مکہ معظمہ مفتوح
ہوا اور مشرکین کا سر نیچا ہو گیا یہی حال تہا حضرات معصومین اہلبیت طاہرین کا کہ بسبب کثرت
مخالفین وبخیال حفظ جان وحفظ شیعہ معصومین اہلبیت نظر بمصلحت حال واستقبال تقیہ فرماتے
تھے اور انجام اوسکا یہ ہوا کہ شیعہ اقطار واکناف عالم میں بحمداللہ رحمت خدا کثیر ہیں اور اون میں علماء و

فضلا او محدثین اور فقہا پیدا ہوئی اور مخالفین و معاندین مخذول اور مردود و داخل مرذول ہوئے
فالحاصل اظہار حق نسبت بائمہ معصومین اظہر من الشمس ہے اور جو کچھ صاحب رسالہ فی حاشیہ میں
بیتحاشا طرف ائمہ معصومین کے نسبت دی ہی کذب محض ہے فظہر الحق و خسر ہنالک المبطلون

قال صاحب الرسالہ دوسری یہ اگر ائمہ خوف جان یا اذیت کی سبب سے حق بات نہیں
کہہ سکتی تھی تو ہجرت ائمہ پر واجب تھی بموجب آیہ وافی ہدایہ ان الذین توفتہم الملائکۃ
ظالمی انفسہم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن
ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا فاولئک ماویہم جہنم وساءت مصیرا ترجمہ جن لوگون کے
جان کھینچتی ہین فرشتی اوس حال مین کہ وہ برا کر رہی تھی اپنا کہتی ہین کہ تم کس بات مین تھی وہ کہتی ہین ہم
مغلوب اس ملک مین کہتی ہین کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ کہ وطن چھوڑ جاؤ وہان سو ایسو نکا ٹھکانا
دوزخ ہی اور بہت بری جگہ پہونچی اور علمای امامیہ مین بہی محمد بن المرتضی صاحب وافی نے آیت کے
بیان مین لکھا ہے فی الآیۃ دلالۃ علی وجوب الہجرۃ من موضع لا یتمکن الرجل فیہ من ۴۰
اقامۃ دینہ ترجمہ یہ آیت دلیل ہے واجب ہونی نا مین ہجرت کے اوس جگہ سی کہ جہان آدمی اپنا دین قائم
نہ کر سکتی ہو اور جو اوس کو ائمہ نی ہجرت نہ کی بلکہ کبھی قصد بھی نہ کیا تو ثابت ہوا کہ وہ تقیہ
ائمہ نے تقیہ بھی نہیں فرمایا اسواسطی کہ ہجرت نکرنا ائمہ کا باوجود واجب ہونیکے محال ہے اور
کوئی اسباب کا خیال نہ کرے کہ شاید ائمہ نے سبب مفقود ہونیکے ہجرت نہ کی ہو کیونکہ غلط ہے
اسلئی کہ استطاعت ائمہ کی طرفین کے کتابون سی ثابت ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کی استطاعت تو وہ اظہار مین ہے موجود ہی کہ ہزار اشرفیان زید شہید کو لاکھ دینار تقسیم کیے **اقول**
وبہ نستعین یہ اعتراض قدیم ہے اکثر علمای اہلسنت نے اسکو نقل کیا ہے اور علمای کرام فرقہ
حقہ نی اسکی اجوبہ صحیحہ ذکر فرمائی ہین صاحب رسالہ نے بھی اوسی طریقہ پر یہ اعتراض لیا اور ذکر جواب
سی اعراض فرمایا ہے چونکہ سکوت بمقابلہ مخالف موہم عجز ہے لہذا ہم بھی اس مقام مین چند وجوہ
جواب اس شبہہ فاسدہ کی فہرست مین حاضر ہین ذکر کرتے ہین ہر چند کہ یہ شبہہ محتاج جواب نہین اور
علمای اعلام جواب اسکا تحریر فرما چکے ہین پس مخفی نرہے کہ جواب اس شبہہ فاسدہ کا بوجوہ عدیدہ
ممکن ہے کہ ازانجملہ باختصار بعضی اور بعض سے معرض بیان مین آتے ہین **جواب اول** یہ ہے

یہ سب کہ بعد فرض التسلیم کی ہم کہتی ہیں کہ بدلیل مستدل کے اولیاء مذہب و اہل محلہ اوسکی پر تغلب تھے
اور یہی تقریر صاحب تحفہ وغیرہ کی کلام میں جاری ہے کہ اگر جناب امیر خوف جان یا اذیت کی سبب سے
حق بات کہہ نہ سکتی تھے اور قاتلان عثمان سے امر حق کو پوشیدہ کرتی تھی اور مذمت عثمان کی فرماتی تھے
کما ہو مزعومہم تو ہجرت اونکو بطلب شہر و مغیرہ واجب تھی بموجب آیہ وافی ہدایہ ان الذین توفیہم الملئکۃ
جب باوجود اس حکم الٰہی کے جناب امیر نی ہجرت نہ کی بلکہ کبھی قصد بھی نکیا تو ثابت ہوا کہ یہ عذر آنحضرت
نبی بخوف ضرر جانی و مالی اسواسطی کہ ہجرت نکرنا آنحضرت کا باوجود وجوب ہو سکی محال ہے الی آخر ما
اعاد یا اعتراض فقط صاحب تحفہ کی تقریر پر وارد نہیں بلکہ جملہ علماء اہلسنت کی کلام پر وارد ہے اسواسطے
کہ باتفاق محدثین اور ارباب سیر و تواریخ مذہب اہلسنت یہ امر ثابت ہی کہ جناب امیر جنگ جمل و صفین
اسی امر تہا کہ حضرت طلحہ و ام المؤمنین و خال وغیرہ قاتلان عثمان کو حضرت سی طلب کرتی تھی اور حضرت بمقتضای
وقت و مصلحت بخوف فتنہ و فساد قاتلان عثمان کو اونکی سپرد نکرتے تھی یہانتک کہ لوگ نفس پرستی
سی منحرف اور باغی ہو گئی اور نوبت محاربہ و مجادلہ کی پہونچی اور جب ہودج بخلاف آیہ وقرن فی بیوتکن
یا حمیرا مع اپنی رفقا و لشکریوں کی کہ شور و غوغا اونکا نبح کلاب حواب سی کم نہ تہا میدان کارزار
میں تشریف لائیں اور نائرہ حرب و ضرب اشتعال میں آیا اور طرفین سے اکثر صحابہ مقتول ہوئے اور
بندگان خدا کا خون زمین پر جاری ہوا اور اسیطرح جنگ صفین میں صفوف قتل مرتب ہوئی اور الحصین
ان الحرب قد اکلت العرب فرزند آکلۃ الاکباد نی جگر بند رسول مقبول اور زوج بضعۃ الرسول کے
ساتھ معرکہ حرب گرم کیا اور خون صدہا بندگان خدا کا اپنی گردن پر لیا یہانتک کہ بمقتضای خبر مخبر صادق
حضرت عمار دست باغیان جفا کار سے شہید ہوئے پس بنا بر مذہب اہل سنت کی جو کہ خلیفہ ثالث
مظلوم اور شہید تھے قاتلان عثمان فاسق اور ظالم ہونگی پس تعجب ہی کہ جناب امیر نی قاتلان عثمان
کو کہ محض ظالم اور فاسق تھی علی مزعومہم اپنی لشکر میں جگہہ دی اور ایسی ناحق کوشوں کو سپرد ورثہ
عثمان نکیا اور اونکی طرفداری میں سرگرم رہے یہانتک کہ بدولت اس جانبداری کی محاربہ عظیم
ہوا اور بندگان خدا قتل ہوئی اس امر سی ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت امیر خلیفہ ثالث کو قابل قتل جانتی تھے
والا اونکی قاتل کو اپنی لشکر میں کیوں جگہہ دیتی اور سپرد وارثان مقتول کے کیوں نکرتے اگر حضرات
اہلسنت اس امر پر راضی ہیں فنعم الوفاق والا کوئی چارہ بجز اسکے نہیں کہ حضرت امیر مغلوب تھی اور

۱۴

بخوف فتنہ و فساد ظالمان سے کچھہ کہہ نہ سکتی تھے اور مجبوری اظہار جانب داری ظالمون شان کرتے
تھی پس اس صورت مین اعتراض جو صاحب رسالہ نے ہم پر وارد کیا ہے وہ بے پا ہے ظاہر اور وہی کا ایضی جواب
ہمقام مین بہر نوع مطلوب شیعہ حاصل ہے اہلسنت کو اختیار ہے خواہ یہ کہین کہ مولوی کا قتل نوحین و موحد تھا
ظالمون فساد سے بغیرہ پیش آتی تھی اور خواہ یہ کہین کہ عثمان کو قابل قتل اور مستحق اور گردن زدنی جانتی
تھی لیکن اگر حیا ہے تو ثانی کو دخل دین تو ظاہر ہوگا کہ شق ثانی راجح بلکہ متعین کرنا بہتر ہے اور اسطرح تطابق
اس تقریر کی بہت ہین کہ ماہر منصف پر مخفی نہین لیکن برعایت اختصار اسی پر اکتفا کی فتامل یعنی
للانصاف **جواب دوم** یہ ہے کہ بزعم اہلسنت حضرات معصومین کی کچھہ قدر و منزلت نہین جانتی
اور انکو کسی باب مین ایسی شمار نہین کرتے انکو اختیار ہے کہ معصومین کو جس آیت کا چاہین مصداق
فرض کر لین لیکن معاذ اللہ کہ شیعہ اہلبیت ائمہ معصومین کو مصداق ایسی آیت کا جانتی ہون مصداق
اس آیت کا وہ لوگ ہین کہ جو ضعیف و مستضعف ہون اور تا دم مرگ مضطر و مجبور رہین اور بالکل اقامت و تبلیغ
مرسلین بجا نلائیں **ان الذین توفیہم الملائکۃ ظالمی انفسہم** الخ اور کلام لا محسن علیہ الرحمہ اسمین
دلالت کرتی ہے اور یہ بات ائمہ اہلبیت پر منطبق نہین اسواسطے کہ عنقریب ہم بیان کر چکی ہین کہ ائمہ
معصومین نے ہمیشہ بیان حکم خدا اور اظہار امر حق مین کہ جسکا بیان اور اظہار انپر موقوف ہو تقیہ حرام ہے
اور جب وقت کہ امر حق ظاہر اور حجت خدا تمام ہو اور بسبیل علم مخصوص ذات بابرکات حضرات نہو تو اوسوقت
مین تقیہ جائز ہے اور یہ امر سبب طعن و تشنیع نہین اور یہی طریقہ انبیا و مرسلین بلکہ حضرت خاتم النبیین
کا تھا چنانچہ سابق مین بطور نمونہ کچھہ بیان ہوا پس حضرات معصومین اقامت دین خدا فرماتی تھی اور اظہار
حق کرتی تھی پھر انھین حضرات کو مصداق اس آیت کا قرار دینا کمال بیدینی ہے ان بعد اظہار حق
کے اگر بخوف جان و نقص و فتنہ و فساد و دشمنان بے ایمان تقیہ فرماتی تھے تو یہ امر سبب وجوب ہجرت نہین
ہو سکتا ہے جبتک کہ مطلقا اقامت دین اور اظہار حق منتفی اور مفقود نہو آیا صاحب رسالہ حال جناب ختم المرسلین
نہین دیکھا کہ باوجود حکم احکم الحاکمین **یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین** جناب سید المرسلین
منافقین سے بخوف بدنامی اور برگشتگی طبایع عوام ناس جہاد بالسیف نہین فرماتی تھی بلکہ اگر کبھی نفاق
بعض اصحاب کا ظاہر ہو جاتا تھا اور صحابہ ظاہری مانند حضرت ثانی تو ثانی کے ارادہ اوسکی قتل کا کرتے تو
آپ فرماتی تھی دعہ یا عمر **لئلا یقولون ان محمدا یقتل اصحابہ** یعنی اسکو چھوڑ دی اے عمر

عمر لوگ پر کھینچے کہ حضرت اپنی اصحاب کو قتل کیئی ذو الثدیہ وین جیسا کہ خبر ذو الخویصرۃ التمیمی میں بھی امر بر دو
اسی علیٰ ما فی کتبہم المعتبرۃ اور ابن بابویہ کہتا ہی کہ حضرت نی بخوف فتنہ و فساد اسمای منافقین سب صحابہ
کو سب سے مخفی فرمایا اور بجز حذیفہ بن الیمان کی اور کسیکو وہ اسما تعلیم نفرمایی اور اونسی بھی عہد لیا کہ کبھی
اظہار نکریں اور اونپر زجر و توبیخ نکی پس اسی قبیل سے حالات ائمہ معصومین علیہم السلام اپنی ظاہر ہونی سے
نہی کما ہو الظاہر اور تعلیم کرنا اسماء منافقین کا حذیفہ کو قریب بمستفاضہ ہو پہنچا ہی کوئی انکار اسکا نہیں کر سکتا
حتی کہ بروایت غزالی و دیگر علمای سنیان ثابت ہی کہ بعضوں نی مثل مشہور ہو چکی ذو اپنی میں تھا حضرت
عمر اپنی نفاق کا حال اونسی پوچھتی تھی سبحان اللہ ع یار در پہلو من و گرد جہان میگردم * آب در کوزہ
و من تشنہ لبان میگردم * مناسب یہ تہا کہ توسط حذیفہ کو حذف کر کے اپنی رای ناقص اور ذہن مختل
کی طرف رجوع لازم جانتی اور اپنی علت نفاق کا حال خود دیکھتی فان الانسان علی نفسہ بصیرۃ
جواب سوم یہ ہی کہ اگر ان سب تقریروں سے ہم قطع نظر کریں تب بھی ہم کہتی ہیں کہ حضرات
ائمہ معصومین کو اختیار اور سعہ اور تمکین اور اقامت دین اور ترویج شرع متین جا حاصل تہی اگرچہ تقیہ اور تحذر
کا نسبت بمخالفین و معاندین تہا تو آخر محبین اور شیعہ مخلصین تو اونکی بحار علم و کمال سے مستفید و مستفیض
ہوتی تہی اور حضرات اونکو معالم دینیہ اور معارف یقینیہ اور مسائل حلال و حرام و صلوات و صیام اور دیگر
شرایع و احکام تعلیم فرماتی تہی اور دقائق عمل و توحید و دیگر اصول دین کے اونکو بتلاتی تہی اور شرائط
امر بالمعروف و نہی عن المنکر ساتہہ اونکی بجا لاتی تہی اور رموز قران و حدیث اونپر منکشف کرتی تہے
اور طریقہ استنباط ہر مسئلہ جزئی کا کتاب و سنت سی بیان کرتی تہی اور فرماتی تہی انما علینا القاء
الاصول وعلیکم بالتفریع اور اسیطرح اکثر اسرار اونکو اونکی صدور میں ودیعت فرماتی تہی اور
اقامت مراسم دینیہ کرتی تہے حتی کہ بدولت انفاس اونکی آخر جماعہ اصحاب میں فضلا و علما و فقہا
اور ثقاۃ پیدا ہوئی اور شریعت غرا اور ملت بیضا کا اونمیں شیوع اور انتشار ہوا حتی کہ فقط زمان برکت
توامان امام جعفر صادق علیہ السلام میں چار سو مصنف فی خواص اصحاب سے چار سو کتابیں مسائل اصولیہ
اور جملہ ابواب فقہ میں تصنیف کیں اور جو کچھ کہ خواص اصحاب ائمۃ اطیاب نی ان مسائل و احکام میں
کتابیں تصنیف کیں وہ اس عدد میں داخل نہیں حتی کہ بنای عمل مذہب شیعہ اونہیں چار سو کتابوں
پر ہے اور جو کتب مشہور کہ مشہور بین الشیعہ ہیں وہ انہیں سے ماخوذ ہیں اب اسے زیادہ اقامت

۴۳

دینا اور ترویج شرع متین کیا ہوگی پس خواہ مخواہ براہ تعصب و عناد ائمہ دین امجاد او حضرات کو مصداق
آیۂ ہجرت کا قرار دینا اور کلام علما دانا سے بھی استشہاد کرنا اور ہجرت کو بنا بر زعم باطل کے او حضرات پر
واجب جاننا اسکا علاج بجز شافی مطلق کی اور کسی کے پاس نہیں اسمیں اظہار فی نفسہ وہ اظہار دین فرمایا
کہ اوسکا اثر اور ظہور علی کر الشہور و مر الدہور باقی ہے ہاں البتہ از بسکہ حضرات معصومین از راہ دنیا کچھ
حشمت و ثروت نہ رکھتی تھی اور امرا و سلاطین اور حکام قضاۃ اور علما و مجتہدین سب کی سب خون
بلکہ خون کی پیاسی تھی اور سینہ اونکی بغض و کینہ سے مملو تھی اور یہی لوگ اقطار عرب و عجم میں غالب تھی لہذا
وہ حضرات خوفا علی انفسہم و حفظا لرقاب شیعتہم بعض اوقات میں مخالفین سے تقیہ فرماتے
تھی اور یہ امر مستلزم اسکو ہی کہ یہ خوف جملہ اوقات میں مستوعب ہی اور نہ موروث اس امر کا ہی کہ
جمیع اور شیعہ مخلصین سے بھی تقیہ ثابت ہو ومن ھہنا ظہر الحق ولاح وانفضح الافتضاح
فتاملوا وتدبروا جواب چہارم یہ ہے کہ ابتک صاحب رسالہ باوجود دعوی محبت و ولایت
اولیاء رحمن سر حد ولایت ابواب مدینہ علوم تک نہیں پہونچا اور اسپر کیا موقوف ہے کوئی عربی اور
اعرابی اس قوم کا کعبہ ولای اہلبیت طلباب در حریم حرم سنت و کتاب سے مشرف نہیں ہوا ہے
حضرات ائمہ معصومین وہ ہیں کہ جنکی حق میں حقتعالی فرماتا ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا
تعلمون اور یہی ہیں کہ جنکے حقمیں پیغمبر برحق ارشاد فرماتی ہیں النجوم امان لاہل السماء واہلبیتی
امان لاہل الارض کما ورد فی الصواعق اور یہی ہیں کہ جنکے حقمیں وارد ہی اہلبیتی کسفینۃ
نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق وھوی اگر صاحب رسالہ اہلبیت نبوت کی قدر
و منزلت سے واقف ہوتا اور اونکی حالات سے بخوبی ماہر ہوتا تو یہ شبہ باطل کبھی زبان پر نہ لاتا حال
اون برگزیدگان ذو الجلال کا بالاجمال یہ ہے کہ وہ حضرات عالیدرجات معادن اسرار الہی اور
خزائن علوم رسالت پناہی اور بحر ذخار اور دریای ناپیدا کنار تھی ہر مومن و فاسق اور ہر مسلم و منافق
اونکی علوم سے بہرہ مند ہوتا تھا اور بقدر اپنی حوصلے کے خوان الوان نعمت سے کہ ان سے ذائقہ اور لذت
اوٹھاتا تھا حتی کہ بعض کفار محض فصاحت گفتار اور شیرینی تقریر سے شکر بار ہو کر مشرف باسلام ہوتے تھی اور
حکام جور اور خلفای باطل کہ مشہور بخلیفہ رسول و امیر المومنین تھی اور بمضمون الملک عقیم درپے
قتل و ایذا اہلبیت رہتی تھی بمجبوری مسائل مشکلہ اور قضایای معضلہ میں او حضرات

اونحضرات کیطرف رجوع کرتی تھی اور جو کوئی مفسرین اور احبار اور علمای اہل کتاب سی طالب حق ہوتا
تھا اوسپر دلائل و براہین حقیقت دین مبین کو قایم فرماتی ہے اور جو کوئی علمای کفار اور مخالفین
دین اسلام سی طالب معجزہ ہوتا تھا تو اظہار معجزہ فرماتی ہے اور جو شبہ باطلہ اور حجت فاسدہ
خلاف دین پر ظاہر کرتا تھا اوسکو رد کرتی تھی اور جو کوئی علمای مخالفین سی دعوای علم و مہارت
حدیث و فقہ رکھتا تھا اوسکو عاجز و مبہوت فرماتی ہے چنانچہ معارضہ حضرت امام محمد تقی علیہ الصلوۃ
والسلام مشہور ہی در صواعق و دیگر کتب معتبرہ اہلسنت مین وارد ہی حتی کہ مجالس حکام جور مین
اکثر اوقات دلایل حقیقت امامت مولای مومنین کو بیان فرماتی تھی اسطرح پر کہ علمای المخالف
کو مثل ابوحنیفہ وغیرہ کی عاجز و مبہوت کرتی تھے کہ حاضرین و سامعین کو بجز قبول کے کوئی
چارہ اعتراض کا نہ ہوتا تھا اور اصحاب ائمہ معصومین علیہم السلام مثل ابو جعفر نقیب اور ہشام بن الحکم
وغیرہا علمای المخالف کو مثل ابوحنیفہ وغیرہ کی عاجز و مبہوت کرتی تھی اور خود ابوحنیفہ وغیرہ
اہلبیت عصمت سی مجحوج ہوتی ہے چنانچہ معارضہ امام جعفر صادق علیہ السلام با ابوحنیفہ کتاب
حیوۃ الحیوان مین کہ مصنف وسکا علمای اہلسنت سی ہے مذکور ہے پس جبکہ ذوات ابرار
اہلبیت نبوت سی ایسی منافع اور فواید متعلق ہون کہ کوئی علما و فضلا بلکہ صحابہ و تابعین اہلسنت
سی اس شرکت اور فضیلت مین شریک نہو تو پھر کیونکر وجوب ہجرت کا حکم اونپر کر سکین
بلکہ بدیہی ہے کہ اگر ذوات معصومین اون لوگون مین موجود نہوتی تو دین خدا مضمحل اور
اسلام معطل ہوجاتا چنانچہ ماہر اور متتبع کتب شیعہ پر مخفی نہین اور جو اسمین شبہ و شک
رکھتا ہی تو مہ رجوع کرے طرف کتب امامیہ کی کہ زیادہ اس سے اوسپر واضح ہوگا اور
چونکہ صاحب رسالہ نی اپنی مزعوم باطل مین بنابر اصول اور مسلمات شیعہ کی اعتراض کو وارد
کیا تھی لہذا لازم ہی کہ جواب بھی بنابر اونکی اصول کے ہو اور اگر منصف بنظر تامل دیکھے
تو کتب معتبرہ اہلسنت سی بھی شواہد اس مطلب کے ظاہر ہوتی ہین اور معلوم ہوتا ہی کہ
اہلبیت رسول کا اوس سے زیادہ مرتبہ ہے جو ہمنی بیان کیا اور صاحب رسالہ اور اوسکے امثال
ہی کہ اہلبیت کی مرتبہ کو نہین پہچانتا ایسے قدر شناسی اور رتبہ دانی اہلبیت کے سنیون سے
پیر و مرشد خلفای ثلاثہ خوب کرتی تہے کہ جب مصیبت پڑتی تھی تو چار ناچار طرف حیدر کرار کی رجوع

کرنی ہی تھی کہ شہادت فاضل نبانا رشید الدین خان کی ہوی اور دیگر معتبرین اہلسنت سے باحضرت عمر کی زبانی
لولا علی لہلک عمر اور کلام ابن حاجب اور بعض شروح کافیہ سے واضح ہوتا ہی کہ جب کسی مسئلہ مشکل میں خلیفہ ثانی
دست بالمرکر نی تھی تو حلال مشکلات کو یاد فرماکر کہتی تھی قضیۃ ولا ابا حسن لہا اور ظاہر ہی کہ بنا بر مذہب
اہلسنت کے خلفای ثلاثہ اور سیما حضرت ثانی الشیخین قطب اسلام اور سبب قوت دین و شریعت خیر الانام تھی
اور جبکہ وہ خود جناب امیر کی محتاج ہوتی تکو سبب اپنی ہلاک کا جانین تو اسلام اور مسلمین تو لامحالہ انکی موجود ہونے
سی خراب و برباد ہوتی اور یہی مطلوب ثالث ہی کہ اگر اہلبیت معصومین موجود ہوتی تو بنا ایمان منہدم ہوتی
اور کارخانہ اسلام معطل اور خراب ہو جاتا پس ناصح صاحب رسالہ وجوب ہجرت کا بنا بر اصول شیعہ کی دربارہ ائمہ
اہلبیت پر زبان اعتراض کھولتا ہی سے ترسم نرسی بکعبہ ای اعرابی * کین رہ کہ تو میروی بترکستانست

جواب پنجم یہ ہی کہ اگر یہ سب امور فرض کرلین اور ان تقریرات سی قطع نظر کرین تب بھی مطلوب مخالف
مولف حاصل نہین ہوتا اسواسطی کہ بداہت عقل یہ بات ثابت ہی کہ ہجرت ایک مکان اور موضع سی
طرف اوس مکان کی واقع ہو کہ محل امن و امان اور جای اظہار شعایر ایمان ہو ورنہ ہجرت لغو
اور عبث ہو جاویگی اور فر من المطر و الوقوف تحت المیزاب لازم آویگا اور منصفین پر
ظاہر ہے کہ ایسا محل کوئی اوس زمانی مین نظر نہ آتا تھا کہ جہان دست تطاول ظالمان جفا شعار
اور حریفان ہرزہ کار دراز نہو سے ہر کجا کہ رسیدیم آسمان پیداست * حضرت امام حسن علیہ السلام
باوجودیکہ معاویہ بغاویہ سی صلح کرچکی تھی اور مدینہ منورہ مین عزلت گزین ہوئی تھی آخر فرزند ملعون
ہند الاکباد کی سازش کی بضعۃ البتول کو زہر دیا اور پارہ ہای جگر او جناب کی طشت مین گری چنانچہ
یہ ماجرا طشت ازبام افتادہ ہی اور اسیطرح امام موسی کاظم علیہ السلام پابند سلسلہ صبر و رضا ہو کر مانند
ہارون وصی موسی علی نبینا و علیہ السلام کی بخوف سامری طبعان امت مدینہ منورہ مین خانہ نشین ہوگئی
تھی اور اپنی جد مطہر کی تربت منور پر معتکف ہوئی تھی آخر ظالمان ستم پیشہ نی وہان بھی رہنی نہ دیا
اور تمام عمر محبوس رکھا کیا اور اسیطرح امام جعفر صادق علیہ السلام اپنی گھر کو محل امان جان کر گوشہ
نشین ہوئی تھی آخر بسعایت بعض مخالفین حاکم جابر منصور دوانقی نے طلب کیا اور کہا کہ تمہی
بر ہی امور خلافت کی واسطی لشکر آراستہ کیا الغرض اوس زمانہ مین حضرات ائمہ کی واسطی اکناف و اطراف
بلاد اقطار عالم مین کوئی محل امان نہ تھا اور اسیطرح انکی شیعون کی واسطی بلکہ حضرات ائمہ کی شیعون کی

شیعون کی سپر در محل حفاظت تھی پس حکم بوجوب ہجرت اون حضرات پر مخصوص ہی اب اتمام
سی جملہ اقوال صاحب رسالہ کر متعلق اس وجہ سی ہین خود باطل و مضمحل ہوگئی کوئی حاجت اونکی
ابطال کے باقی نہین رہے والحمد للہ اگرچہ جواب اس شبہ مزخرفہ کی بہت وجوہ سی ممکن ہین لیکن
بسبب خمس و تبرک باسماء خمسہ آل عبا وجوہ خمسہ پر اکتفا کی گئے ربنا افتح بیننا وبین
قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین **قال صاحب الرسالہ** تیسرے یہ کہ فقط ائمہ کو
خوف جان اعدای دین سے نہین ہوا بلکہ سب پیغمبرون کو خوف قتل رہا اور بہتیرے
اونہین مین سی قتل بھی ہوئی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی ویقتلون النبیین بغیر الحق اب یہ
فرمائی اگر سب نے اپنی جان کے ڈر سے کافرون اور منافقون کی تعریف نہ مانی یا اونکی آئین کی موافق
خلق اللہ کو راہ دکھائی کہ جس سے ہم قیاس کرین کہ یہ فعل ائمہ کا موافق فعل انبیا علیہم السلام کی ہے
اور جب اس طرح کے بات نبی سے خصوصا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے شیعہ سنی کی کتابون مین
ثابت نہین تو نسبت تقیہ کی ائمہ پر ایسے معصومین ہمیشہ سے **اقول وبہ نستعین**
تعجب ہے کہ ابھی وجہ اول مین صاحب رسالہ نی اعتراف کیا تھا کہ نبی وامام کسی سے نہین
ڈرتے اور اس مقام مین خود معترف ہی کہ سب پیغمبرون کو خوف قتل رہا اور یہ تناقض صریح ہے
الحاصل یہ وجہ بھی ناموجہ ہے اور بعید از صدق وصواب جواب اسکا بھی چند وجہ سی ممکن ہی مگر
برعایت اختصار دو وجہ پر اکتفا کی جاتی ہے **وجہ اول** یہ ہی کہ اگر یہ اعتراض صحیح
ہو تو صاحب تحفہ اور خراب اوسکی پر بھی وارد ہوگا اونہون نی بھی جناب امیر کی حق مین
وہی امر تجویز فرمایا ہی جو شیعہ ائمہ معصومین کی حق مین تجویز کرتے ہین چنانچہ مکرر مذکور
ہوا پس بنابر زعم مولف رسالہ کے کہہ سکتی ہین کہ فقط جناب امیر کو خوف جان نہین
ہوا بلکہ اور پیغمبرونکو بھی خوف قتل رہا الی آخر ما قال فی تمیم الاستدلال **وجہ دوم**
یہ ہی کہ ابتک صاحب رسالہ کو احوال انبیا و مرسلین سے اطلاع اور آگاہی حاصل نہین اور اپنی
علمای مذہب سی خبر نہین کہ آخر انہون نی مجبور ہوکر نسبت تقیہ کے طرف انبیا
معصومین کے دی ہے اور جامعین صحاح ستہ ہی بھی اس مضمون کی حدیثین اپنی کتابون
مین نقل کی ہین چنانچہ اجرای حضرت ابراہیم خلیل الرحمن کو مسلم نی اپنی صحیح مین [illegible]

اور یون نقل کیا ہی عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلعم قال لم یکذب ابراہیم
النبی قط الا ثلث کذبات ثنتین فی ذات اللہ قوله انی سقیم وقوله بل
فعله کبیرہم ہذا فاسئلوہم ان کانوا ینطقون وواحدة فی شان سارة فانه قدم
ارض جبار ومعه سارة وکانت احسن الناس فقال لہا ان ہذا الجبار ان
علم انک امرأتی یغلبنی علیک فان سئلک فاخبریه انک اختی فی الاسلام
فانی لا اعلم فی الارض مسلماً غیری وغیرک خلاصہ معنی یہ ہی کہ جناب رسالت مآب
نی فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے کذب نہین فرمایا مگر تین بار دو بار ذات خدا مین کہ فرمایا انی سقیم
اور بل فعله کبیرہم ہذا اور ایکبار شان سارہ مین کہ حضرت ملک بادشاہ جابر مین وارد
ہوئی اور حضرت سارہ سی فرمایا اگر بادشاہ کو علم اسکا ہوگا کہ تم میرے زوجہ ہو تو مجہپر غالب
ہوجائیگا پس اگر تمسی پوچہی پر کہنا کہ تم میرے خواہر ہو اسلام مین کہ مین بجز تمہاری اور
اپنی روی زمین پر مسلمان نہین دیکہتا ہون اکثر علمای اہلسنت نی کلمات ابراہیم کو محمول
تقیہ پر کیا ہی چنانچہ لاحظہ کتب اہلسنت سی واضح ہوتا ہی اور صاحب تحفہ نی بہی تسلیم کیا
ہے کہ حضرت ابراہیم نی بخوف حاکم وقت از روے توریہ سارہ کو خواہر فرمایا اور
منصفین پر ظاہر ہے توریہ بہی ایک قسم تقیہ کی ہے کہ وقت خوف مین استعمال
کرتی ہین ہو واسطی کہ توریہ مین اخفا اپنے مقصود کا اور اظہار اوس کلام کا جو
خلاف مقصود ہے لازم ہے اور یہی معنی تقیہ کے ہین کما لا یخفی بلکہ شارح شفای
قاضی عیاض نے مانند صاحب تحفہ کے اس قول کے تاویل مین لکہا ہے
قال تقیة خشیة ان یقتله لو قال انہا زوجتی انتہی اس قول
سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم نے تقیہ فرمایا اب شافی مطلق سی دعا یہ ہے
کہ کلام شارح شفا کا بزرگان مشایخ اہل سنت کی واسطی سبب اخراج سواد تعصب و عناد
ہو اور ازالہ مرض علت کا اونسی کری فانه کلام یشفی العلیل ویروی الغلیل اور واضح ہو
کہ امام نووی نی تاویل حدیث صحیح مسلم مین بیان کیا ہی الوجہ الثانی انه لو کان کذبا
لا توریة فیہا لکان جائزا فی دفع الظالمین وقد اتفق الفقہاء علی انه لو جاء ظالم

ظالم و طلب ودیعة الانسان لیاخذها غصبا وسال عن ذلک وجب علی من علم ذلک
اخفائه وانکار العلم به وهذا الکذب جایز بل واجب لکونه فی دفع الظلم عنه
فنبه النبی صلی الله علیه وآله علی ان هذه الکذبات لیست داخلة فی مطلق الکذب
المذموم انتهی محصل اس کلام کا یہ ہے کہ اگرچہ کلمات ابراہیمیہ توریہ پر بھی محمول نہوں تب بھی جایز
۲ انظر ۲ واسطی دفع ظالمین کے اور تنہا کہا گیا ہے کہ اگر کوئی ظالم کسی آدمی کو واسطی قتل کے طلب کری یا کسی مال کو
واسطی غصب کرنیکی مانگی تو اوسپر کہ جو واقف حال ہو اخفا اوسکا اور انکار علم واجب ہی اور یہ کذب جایز
بلکہ واجب ہے پس حضرت نی تنبیہ اس امر پر کی کہ یہہ کذبات کذب مذموم اور منہی عنہ مین داخل نہین آس
کلام سے دو امر مستنبط ہوئی **اول** تجویز توریہ بلکہ تجویز کذب نظر بمصلحت وقت اور دفع ظالمین حضرت
ابراہیم پر اور یہی معنی تقیہ کے ہین **دوسرے** استدلال عموم جواز کذب سے ہر وقت خوف اور بر
احوال انبیا کی بدون استثنا انبیا و مرسلین و تخصیص جواز بلکہ وجوب کذب بمومنین اور یہی مراد اثبات
قرانی سے سابق مین ہمنے بیان کیا ہے کہ عموم آیات جواز تقیہ شامل افراد انبیا و معصومین ہے تخصیص
۴۹ مومنین کی اوسمین نہین و من ادعی فعلیه البیان اور باعتراف قاضی بیضاوی حضرت موسی بھی قوم
فرعونین سے تقیہ بسر کرتی تھے چنانچہ تفسیر آیہ وفعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکافرین
مین لکہتا ہی فانه علیه السلام کان یعاشرهم بالتقیة انتہی اور کلام حضرت عیسی علی نبینا وعلیه السلام
کو تفسیر بیضاوی سے سابق مین بیان ہو اکی واسطہ اوسکی جاننا ہی دلالت جواز تقیہ پر کرتا ہے
اور عموم اوسکا مانند عموم آیات جواز تقیہ شامل جملہ افراد سے بلکہ موید اس امر کا ہی کہ یہ فعل معمول بہ
اوس جناب کا تہا کما لا یخفی اور حال پیغمبر ذو الجلال جناب خاتم المرسلین کا مثل آفتاب کی عیان ہے کہ حضرت
ابتدای امر مین مخفی دعوت فرماتی تہی اور اعلان نکرتی تہی اور یہ امر تہا مگر بسبب خوف کفار اشرار و
فقدان اعوان وانصار وہذا عین التقیہ اور یہ امر اخفای دعوت کا ماہرین سیر و اخبار رسول مختار
پر مخفی نہین اکثر علمای اہل خلاف نی اس امر پر اتفاق کیا ہے چنانچہ فاضل فضول فضل بن روزبہان
شافعی نے اپنی کتاب باطل مین در بیان فضائل ابو بکر غدار لکہا ہے کہ جب وہ داخل جماعہ مسلمین ہوئے
تو جناب نبی آپ سی اظہار امر دعوت مین اصرار بلیغ کیا اور حضرت نی نظر بمصلحت وقت اور ضعف
مسلمین انکار فرمایا اور جب اصرار مرتبہ اقصی کو پہونچا تو حضرت نواحی مسجد مین ظاہر ہوئی اور جابر ظلم

خطرہ آشکار کیا اور تمام اسکا رہوا کہ ہم اسیر ہوا اور بلا میں مبتلا ہوئی ہے ٥ پس سر زند آدم بر سپاہ بدرجہ ردہ

اور یہا جو ملا معین نے معارج النبوۃ میں بھی نقل کیا ہے پس اب تو ملا معین کا کلام بھی اسی میں مطلوب ہے ملا
معین نے پھر کہا وہ یہ ہے کہ حضرات مخالفین شریعت کو ابی ابتہ سی دیتی ہیں اور یہی ناحل مذکورہ
کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ ابتدای زمان بعثت میں کفار مسلمین پر غالب ہوئے اور رکہ سید اور ضعیف ہوا
اور حضرت بخوف سطوت کفار بیت ارقم میں مختفی ہوئی یہ کلام بھی صریح ہے کہ حضرت بخوف کفار بیت
ارقم میں مختفی ہوئی اور اظہار شعائر اسلام نہ کر سکے وہذا عین التقیہ اور اسیطرح صاحب مواہب اللدنیہ نے
نقل کی ہے کہ حضرت ابتدای امر میں اخفاء دعوت کفار سے کرتے تھے تا آنکہ آیہ فاصدع بما تؤمر واعرض
عن المشرکین نازل ہوئی وہذا کلامہ قال ابو عبیدۃ بن عبد اللہ بن مسعود وما زال النبی
مستخفیا حتی نزلت فاصدع بما تؤمر فخرج هو واصحابه وقال الرازی فی تفسیر الکبیر
قال ابو عبیدۃ ما زال النبی مستخفیا حتی نزلت ہذہ الآیۃ اور بعض علمای اسلام و فضلای کرام نے
کتاب تاریخ خمیس سے نقل کی ہے کہ اسلام نے درمیان زینب اور ابو العاص کے جدائی کر دی تھی لیکن جناب
رسالتمآب مغلوب تھی اور کچھ نہ کر سکتی تھے وهذہ عبارتہ عن عائشۃ قالت کان الاسلام فرق ۵۰
بین زینب ابی العاص الا ان رسول اللہ لا یقدر ان یفرق بینهما وکان مغلوبا بمکۃ انتہی
اس روایت سی صاف ظاہر ہے کہ جناب ختمی مآب باوجود نزول حکم رب متعال کا اظہار اس امر پر قدرت
نہ رکھتی تھی کہ زینب کو ابو العاص سے جدا کر لیں اور اسی امر میں مضطر تھی اور یہی معنی تقیہ کے ہیں اس
روایت کو بنظر غور تامل کرنا چاہیے کہ بہت سی مغالطات اہلسنت کے باطل ہو جاتی ہیں نقد کیا اور مخفی
نہ رہے کہ اول دلائل اور عمدہ شواہد اسی مطلوب میں آیہ یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من
ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمک من الناس ہے اور یہی آیت اعلی
دفع اوہام وامراض اور علاج وسواس کے تمام کی کافی ہے اسواسطے کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت
بعض امور کی تبلیغ میں تامل فرماتے تھے اور خوف منافقین اور کفار معاندین کا کرتے تھے چنانچہ
تاکید اور تہدید اور وعدہ عصمت شرور ناس ہی اسی پر دلالت کرتا ہے اور اگر یہ امر جیسا کہ آیہ
شریفہ سی ظاہر ہوتا ہے مراد نہو تو تاکید و تہدید اور وعدہ عصمت نعوذ باللہ منہ لغو و بیکار ہوگا
وہو لا یجوز فی الحکیم اور مفسرین اہلسنت نے بھی تفسیر آیہ کریمہ میں اسطرح کے اقوال نقل کئی ہیں کہ

کہ جب یہ آیہ کریمہ دلالت کرتی ہی چنانچہ فخر الدین رازی نی کہ امام جلیل کبیر اہلسنت ہی اسی آیت کی تفسیر
مین لکھا ہے وروی الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان اللہ بعثنی برسالتہ فضقت
بہا ذرعا وعرفت ان الناس یکذبونی والیہود والنصاری وقریش یخوفونی فلما انزل اللہ
ہذہ الآیۃ زال الخوف بالکلیۃ وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ کان ایام اقامتہ بمکۃ
یجاہر ببعض القرآن ویخفی بعضہ اشفاقا علی نفسہ من تشرع المشرکین الیہ والی اصحابہ
فلما اعز اللہ الاسلام وایدہ بالمومنین قال لہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک
من ربک انتہی المطلوب یعنی حسن نے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ حقتعالی نے مجھکو مبعوث
برسالت کیا پس مین نہایت تنگ ہوا اور جانا مینی کہ لوگ میری تکذیب کرینگے اور یہود و نصاری
اور قریش قوی ہین پس جبکہ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی تو خوف بالکلیہ زایل ہو گیا اور مروی
ہی کہ جناب رسالتماب جب مکہ مین رونق افروز تہی تو حضرت بعض قرآن کو مخفی اور پوشیدہ کرتے تہے
اور ڈرتے تہی کہ مشرکین انحضرت پر اور صحابہ پر غالب ہون اور دو نہ ہرین اور جبکہ خدا نے اسلام کو قوی کیا
۵۱ اور مومنین سے حضرت کی تایید کی تو حکم فرمایا یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک اس کلام سے
جو کبیر اہلسنت نے بیان کیا ہی ظاہر ہوا ہی کہ حضرت کفار اور مخالفین سے خائف تہی اور بخوف ایذا
رسانی بعض قرآن کو مخفی کرتے تہی اب منصفین بیان کرین اگر یہ تقیہ نہین ہے تو پہر اور کیا ہی اور جبکہ
اخفا اور تقیہ اور خوف جناب رسالتماب کی حق مین جایز ہوا تو کسطرح حضرات ائمہ بنوت مین خلل واقع ہو
تو پہر ایمہ معصومین بدرجہ اولی مجبور اور معذور ہونگے اسواسطی کہ وہ حضرات بہی مانند جناب ختم المرسلین
کی جبکہ منافقین امت کی ہاتہ سے خوف رکہتے اور اذیت رکہتے تہی تو تقیہ فرماتی تہی اور جبکہ خوف
رفع ہوجاتا تہا تب تقیہ نفرماتی تہی اور یہی عقیدہ شیعہ کا ہی قال بعد اسکی فخر رازی نی تحت جملہ
قولہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کہ اس آیت مین واقع ہی بیان کی ہے اور بعد اسکی لکہا ہے
کہ مفسرین نے سبب نزول آیہ مین کئی وجہین بیان کئے ہین اور دسوین وجہ انکو لکہا ہی [illegible]
الناس کان یہاب قریشا والیہود والنصاری فازال اللہ عن قلبہ تلک الہیبۃ بقولہ
الآیۃ یعنی جناب رسالتماب کفار قریش اور یہود و نصاری سی ہیبت رکہتی تہی پس حق تعالی نی
آیت ہذا سے اس ہیبت کو زائل فرمایا اسوجہ سی یہی ظاہر ہی کہ حضرت کفار قریش وغیرہم سی خائف

بھی اور خصوص بسبب نہ تھی طلاوتوں کی خوف سے بعض اوقات میں تقیہ بھی فرماتے تھے اور بیان حکم خدا کو اوقات
دیگر پر محمول رکھتے تھے الا نا کہ دو تہدید تبلیغ رسالت لغو ہو جاینگے کما مر مکررا ثم قال الثعلبی نزلت
ھذہ الآیۃ فی فضل علی رضوان اللہ علیہ ولما نزلت ھذہ الآیۃ اخذ بیدیہ وقال من کنت
مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر فقال ھنیئا لک یا ابن
ابیطالب اصبحت مولای ومولی کل مؤمن ومؤمنۃ وھو قول ابن عباس والبراء بن عازب
ومحمد بن علی انتہی یعنی یہ آیت نازل ہوئی فضل علی بن ابیطالب علیہ السلام میں اور جسگاہ یہ آیت نازل
ہوئی تو حضرت نے دست ید اللہ کو تھاما اور فرمایا کہ جسکا میں مولا ہوں اب بھی علی سو اوسکا بھی یار خدایا
دوست رکھ اوسکو جو دوست رکھی علی کو اور دشمن رکھ اوسکو جو دشمن رکھی علی کو پس عمر نے اوس
جناب سے ملاقات کی اور کہا مبارک ہو تمکو ای فرزند ابو طالب ہوئی تم مولی میری اور مولی ہر مومن و
مومنہ کی اور یہ قول ابن عباس اور براء بن عازب و امام محمد باقر کا بھی ہے **اقول** ہر چند کہ وعدہ اوسکا
بہت کچھ ہے لائق اجرای غدیر میں کوئی کہ وعدہ پیش گیا اور آخر کو یہ تفسیر آیہ کریمہ طرف امام
محمد باقر علیہ السلام کی کہ محمد و اہلبیت بنی ہاشم اوسکے ترکیب دی ہے کتاب کریم ہے منسوب کردی اور اگر ٥٢
امام محمد باقر علیہ السلام کی یہ سطر اہلبیت کا سنیوں کی نزدیک ثابت نہو تو ناقل ہے تو بھی کہ باعتراف
صاحب صحیح اعتقاد امام معصوم تابعی جلیل القدر ہیں قول اونکا اقوال علمای اہل سنت سے بدرجہ
اولی افضل اعلی ہے الحق بکر و عذر صاحب تفسیر کبیر کا حدیث غدیر میں کیونکر پیش جاتی حالانکہ خود
پیش نظر اونکی نہ تھی بلکہ کبیر الشیخین بکمال خندہ پیشانی و کثرت شادمانی ارشاد فرماتی تھی ھنیئا
لک یا ابن ابیطالب اصبحت مولای ومولی کل مؤمن ومؤمنۃ پس جبکہ خود حضرت خلیفۂ ثانی
ایسا کلمہ فرماویں تو اونکی اخلاف کو کب جای انکار باقی رہینگے بالجملہ ظاہر ہیں اسالیب کلام پر یہ امر صحیح
تمام کہ مقام ہے کہ تاکید و تہدید جو آیہ کریمہ سے مفہوم ہوتی ہے مرتبہ عظمی اور درجہ قصوی پر واقع ہے
اور نہیں ہے کہ کسی امر عظیم میں اور وہ امر عظیم نہیں ہے مگر تعیین خلیفہ و امام کہ جسکی ترک سے ترک
رسالت لازم آتا ہے اسواسطی کہ امام ایسا نہ ہو سکے محافظ شریعت و جانشین مسند نبی امت اور احکام
حلال و حرام اور ناسخ و منسوخ و مطلق و مقید و خاص و عام ہو نہی اور ہر شخص کو لیاقت اوسکی
فہم کی نہیں پس اگر امام معین نہو تو فائدہ تبلیغ کا نبی حاصل نہیں ہوتا بلکہ تبلیغ بمنزلہ عدم

عدم تبلیغ ہو جاتی ہے کما لا یخفی علی من لہ طبع سلیم اور اس جگہ سے ظاہر ہوا کہ یہ تفسیر جو امام معصوم
سے مروی ہے حق و صواب ہے اور اس تفسیر سے حجت اپنی ہر گز پورا پاتا ہے اور یہی ظاہر ہوتا ہے
کہ مقصود احکم الحاکمین اور مطلوب خاتم النبیین اس تاکید و تہدید اور اہتمام سے فقط اظہار محبت علی ابن
ابیطالب نہیں بلکہ بیان امامت و خلافت اون جناب کا ہی اسواسطے کہ یہ امر جزئے ہے قبل نزول
اس آیت کے ہے ثابت تہا اور آیات کثیرہ مانند آیہ انما المؤمنون اخوۃ اور آیہ المؤمنون
بعضہم اولیاء بعض و دیگر آیات سے یہ امر واضح تہا کچہ حاجت ایسے تاکید و تہدید کی نہ تہی اور اہتمام
جناب خیر الانام کا اس امر میں مؤید ہماری مطلوب کا ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ جب
یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت نے اوسی وقت دست بدست علی ابن ابیطالب کو تہاما اور فرمایا
من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور یہ عنوان تقریر صاف نص ہے ہماری مطلوب پر اور نزول اس
آیت کا مقام خم غدیر میں ہے اور حال اوس مقام کا معلوم ہی کہ ہر گز محل نزول قافلہ اور ایسے اہتمام
شدید کا نہیں سیما ایسی وقت گرم میں اور ایسے صحرای خار دار میں کہ آخر بسبب تمازت آفتاب لوگون
۵۳ نے چادر اپنی پاؤن میں باندہے اور جو لوگ کہ آگی بڑہ گئی تہی وہ بلائی گئے اور حضرت نے پہلی اقرار
اپنی آقا اور حاکم ہونیکا لیا پہر آقا اور حاکم ہونا علی ابن ابیطالب کا ظاہر فرمایا اور سب سے بیعت لی
یہ سب امور دلالت کرتی ہین کہ مقصود اور مطلوب خدا اور رسول صلعم کا تبلیغ امامت و خلافت مولای
مومنین ہے مجمل یہ ہے اور مفصل یہ سب باتین کتب مطولہ علمای اعلام میں منقول ہین من شاء فلیرجع
الیہا جب یہ امر ثابت ہوا تو ہم کہتی ہین کہ بیشک اس آیت اور اس تفسیر معصومی سے ثابت ہوتا ہے
کہ جناب خاتم المرسلین اظہار ولایت مولی المومنین بحیثیتیکہ نص جلی اور برہان قاطع ہو جاتی اور جای
کلام اور مقام تشکیک اوسمین باقی نہ رہے بخوف منافقین و معاندین و دشمنان دین نہ کر سکتی تہے
اور جانب خدا سے اس اظہار کی محکوم تہی حتی کہ جناب رب العزۃ نے اس اظہار پر تاکید و تہدید بلیغ
فرمائی اور وعدہ عصمت و حفظ شر اعدای دین سے کیا بلکہ تفسیر در منثور سیوطی سے ظاہر ہوتا ہے
کہ آیہ کریمہ یون نازل ہوا ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا
مولی المومنین پس اب ہمانسے ظاہر ہوا کہ جناب رسالتماب بخوف معاندین خانہ خراب اظہار
حکم رب الارباب میں تامل فرماتی تہی اور اوسکی اظہار کو محول وقت رفع خوف پر کرتے تہی اور یہ

یعنی اوپر گذر چکے ہیں اور انہیں سے معلوم ہوا کہ انبیا پر تقیہ جائز ہے اور بحمد اللہ بعد وضوح حجت اور
ہمقام سے ظاہر ہوا کہ تقیہ کرنا انبیاء و مرسلین کا اور خاتم النبیین کا بعض اوقات میں ثابت اور
متحقق ہے کسیطرح جای کلام نہیں پس حال حضرات معصومین کا بھی مثل حال انبیاء و معصومین کے ہوگا
وہو الحق اور صاحب رسالہ نے جو آیہ و یقتلون النبیین بغیر الحق کو ذکر کیا ہے کسیطرح مضر
ہماری نہیں اسواسطے کہ یہ ہم کب کہتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین ہر حال میں تقیہ فرماتے تھے بلکہ تقیہ انکا
اور ائمہ معصومین کا بعد اظہار حق اور وضوح حجت کی تھا اور قبل اظہار حق کی تقیہ نہ تھا خواہ خوف ہو
خواہ نہو پس حضرات انبیای معصومین بدولت اسی اظہار حق کے قتل ہوتی تھی وہذا ہو الحق
فلا تکن من الغافلین والحمد للہ رب العالمین **قال صاحب الرسالہ**
تو تھی ہو کہ اماموں کا ہونا واسطے ہدایت و رہنمائی گمراہوں کی ہے پھر جب ائمہ ظالموں کی ڈر سے خلاف
بیوں کی طرفداری دین کے دشمنوں کی تعریف کریں اور حق بات کو چھپائیں تو ہدایت کیسی یہ تو نعوذ
باللہ تھا گمراہ کرنا خلق کو ہے اسواسطے کہ جن لوگوں کی سامنے حدیثیں فرمائیں وہ اون لوگوں نے
حق سمجھکر اوس پر عمل کیا پھر گمراہی میں اون لوگوں کی کیا باقی رہا اور حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ ۵۴
و آلہ نے فرمایا تھا کہ اگر تم میرے اہلبیت اور قرآن کو پکڑو گے یعنے اونکی حکم کے موافق کرو گے تو گمراہ
ہی میرے بعد نہو گے اس صورت میں امامیہ کو چاہتی کہ ائمہ کے ویسے حدیثوں کو تقیہ سے بچائیں ورنہ انکی
حدیث کو جھوٹ جانیں **اقول و بہ نستعین** یہ شبہ بھی مانند اور شبہوں کی باطل ہے اور جواب
اسکا تقریرات سابقہ سے واضح ہے اسواسطے کہ ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء و مرسلین اور
ائمہ معصومین تقیہ فرماتی تھی مگر جبکہ اظہار حق کر لیتے تھے اور حق مثل آفتاب کی روشن ہو جاتا
اور اوس امر میں دلیل قاطع اور برہان ساطع موجود ہوتی تھی یا بیان اوسکا اونکے ارشاد پر موقوف
نہوتا تھا پس ایسے امر میں اگر تقیہ فرماتی تھی تو اوسمیں احتمال گمراہی خلق نہوتا تھا اور بعض اوقات میں
اگر تقیہ بھی فرماتی تھے تو اسطرح پر تھا کہ مثلا کلام ذو المعانی ارشاد کرتے تھی اور اوس کلام میں اطراف
و جوانب ہوتی تھی جیسا کہ انبیا علیہم السلام سے مروی ہے اور چونکہ وہ حضرت نفوس قدسیہ و عقول زاکیہ
رکھتی تھی لہذا یہ امر اونپر سہل و آسان تھا پس اگر کوئی اونحضرات کی کلام کو نہ سمجھے اور خود ورطہ نسیان
میں گرفتار ہو اور باوجود ظہور حق کے پھر تنبیہ حاصل نکرے تو ائمہ کا کیا قصور ہے اور یہ خوش فہمی

خوش فہمی صاحب رسالہ کی ہے کہ حضرات معصومین پر ایسے شبہات فاسدہ کو وارد کرتا ہی ورنہ
تتبع احوال سلف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرگز وہ لوگ حضرات معصومین سے ایسی نہ تہی اور اونکو
مثل اپنے معتقد فضائل و کمالات شیخین نجانتی تہے بلکہ ہمیشہ طعن اور پرخاش اونسے رکھتے
تہی اور ہمیشہ اونکی استیصال مین سعی و کوشش کرتے تہی بلکہ سرگرم رہتی تہی چنانچہ حالات
معاویہ علیہ ما علیہ باامیر المومنین و امام حسن علیہما السلام اور جنگ و حروب اوسکی اس امر پر گواہی رکھتی
ہین اور باعتراف فاضل ابن ابی الحدید معتزلی یہ امر ثابت ہی کہ معاویہ کی جناب امیر کو جو نامہ لکہا
تہا اوسمین مرقوم تہا کہ تمنی خلافت خلفا مین حسد کیا اور تم ہمیشہ دربی منازعت اونسے رہتے تہی یکت
تقاد کما یقاد الجمل المخشوش اور اسیطرح سے اور معصومین کا یہی حال ہے کہ باوجود اس تقیہ
کے بہی بسبب کینہ و دست معاندین سے نجات نہ پائی حتی کہ ماہرین اخبار و سیر پر واضح ہے کہ ائمہ معصومین
اکثر زہر دغا اور ستم جفا سے شہید ہوئی اور آخر بعد وفات معصومین کی بہی ظلم سے باز نہ آئی حتی
کہ متوکل عباسی نے علی ما فی تاریخ الخلفاء وغیرہ ارادہ کیا تہا کہ قبر فرزند رسول مظلوم کربلا کی مسمار
سی خراب ہو جائی پس اگر حضرات بسبب اس تقیہ کی جو محض واسطے دفع الوقتی کے عمل مین لاتے
تہی اونہین مین داخل ہوتی اور وہ لوگ مثل اپنی معصومین کو جانتی تو پہر کاہیکو اونسی اسقدر بغض
اور عداوت رکہتی اور ہمیشہ اہلبیت کی دربی آزار ہوتی پس اب ظاہر ہوا کہ ہرگز ان لوگون پر حال
معصومین کا مخفی نہ تہا بلکہ جانتی تہی کہ یہ حضرات مدعی امامت و خلافت ہین اور بجز اپنی کسیکو خلیفہ
و امام نہین جانتی ہین اور تقیہ اون حضرات کا نہ تہا مگر محض واسطے تالیف قلوب و دفع الوقتی و حفظ
نفوس ظالمان ستم پیشہ کی پس شبہہ صاحب رسالہ کا اس تقریر سے مندفع ہو گیا فاضل علاوہ اسکی بار [illegible]

٥٥

ہوا کہ اسطرح کے شبہی خود صاحب رسالہ اور اہل نحلہ اوسکی پر بہی وارد ہوتی ہین اور یہ دلیل اونپر منقلب
ہوئی جاتی ہے اس واسطے کہ حضرت امیر نی قاتلان عثمان کو اپنی لشکر مین پناہ دی اور اونکی حمایت
مین جنگ و جدال کی نوبت پہونچی حتی کہ طرفین سے بندگان خدا مقتول ہوئی اور اونکی سامنے عثمان کی
مذمت ارشاد فرمائی یہ سب باتین دلالت اسپر کرتی ہین کہ حضرت امیر عثمان کو قابل قتل جانتی تہے
اگر ان باتون کو سنی تصدیق کرین اور برحق جانین فہو المطلوب اور اگر محمول توریہ اور تقیہ پر
کرین کی فضلا علمائے ہم تو وہی اعتراض جو صاحب رسالہ ہم پر کرتا ہے اونپر بہی وارد ہوگا ہکذا

گمراہ ہونگا جو واسطے ہدایت اور انبیا کی لایا ہو کسی سبب سے بموجب جناب امیر کے امام عادل ظالمونکی ذریت
خلاف ہونگی اور صفت کے دینکی خلیفہ کے مذمت کرینا اور اوسکی ظالمونکی حمایت مین لشکر آراستہ کرین
تو ہدایت کیسی یہ تو نعوذ باللہ منہا گمراہ کرنا خلق کا ہے الی آخر اقوال اور اسیطرح جو نکتہ توریہ اور تعریض
انبیا سے بھی جایز جانتے ہین اور نہ اس سے یہ شبہ وارد ہوگا جو جواب عن ذلک المقال ہو ہو ابنا عن
خیال اس استدلال بلکہ اگر بنظر غور دلائل ملاحظہ کیجیے تو یہ اعتراض ابھی اشد مغالطہ عامۃ الورود بجلا زام
علماے اہلسنت پر وارد ہی اسواسطے کہ سابق مین کلام محققین اہلسنت سے واضح ہوا کہ تقیہ اصل شرع
مین مباح ہے بلکہ خود امام اعظم قوم تقیہ کرتے تھی اور بخوف مخالفین پوشیدہ فتوی بوجوب نصرت
زید شہید دیتے تھی اور کلام علماسے فتوی بیجا تقیہ بھی سابق مین مذکور ہوا پس جبکہ علماے مذاہب
مرتکب تقیہ ہوی اور بخوف ظالمین اظہار حق نکر سکے اور پوشیدہ فتوی وجوب جہاد کا اور
نصرت زید شہید کا دیا اور ظاہر مین بخلاف اسکی کہا یا ترغیب اور تحریص بلکہ آمادگی جہاد سے
ان
سکوت اختیار کیا تو بڑا فتور دین مین واقع ہوا اسواسطے کہ علما کا ہونا واسطے ترویج دین اور بیان
و اظہار حکم خدا کے اور ہدایت عوام کی ہے اور جبکہ خود اونہون نے ظالمون کے ڈر سے خلاف انبیا کے
اور تقیہ کی اخفاے حق یا اظہار خلاف حق کیا تو ہدایت کیسی یہ تو نعوذ باللہ منہا گمراہ کرنا خلق کا ہے
آیا صاحب رسالہ نہین دیکھتا کہ فوائد شریفی وغیرہ مین مذکور ہے کہ ابن عباس کو بڑی عالم صحابہ کی تھے
بخوف و ہیبت عمر حیات عمر مین انکا مسئلہ عول کا نہین کیا اور بعد موت عمر کے انکار شدید کیا حتی کہ
مثبت ہونی کے ساتھ مباہلہ کرنیکو موجود تھی اور اسیطرح جلال الدین سیوطی نی تاریخ الخلفاء مین
اور اور لوگون نے اور کتابون مین لکھا ہے کہ مامون رشید نی علماء کو جمع کیا کہ اونہین واقد سے
بھی کہا اور سے کہ خلق قرآن مین اونکا امتحان کیا پس علمانی اوسکو تقیہ جواب دیا حیرت ہی کہ جب
لوگون کی سامنی اونہونے ایسی باتین کین اور فتوی دئی اور اون لوگون نے حق سمجھکر اوسپر
عمل کیا پھر گمراہ ہے مین اونکی کیا باقی رہا حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ فرماتی ہین علماء امتی
کانبیاء بنی اسرائیل اور اسیطرح بہت سی تعریفین علماء کی ارشاد فرماتی ہین پس صاحب رسالہ
ایسی شبہات الیہ ردہی سے زبان بند کرے اور اکوئی جواب خاص تجویز فرماتے تاکہ ہو جواب
ہو جواب ہنا اور حدیث ثقلین کو جو صاحب رسالہ نی ذکر کیا ہے محض بے سود ہے کوئی نفع اوسی

اوسی حاصل نہین جیسا کہ مذکور ہوا اماپہلا اسکو بسرو چشم مقبول جانتی ہین پس یہ حدیث صراحۃً سبطلانی تمام
عقد امامیہ ہے کذب جانتا اوسکا کام کاذب خائن کا ہے ان البتہ یہ حدیث کہ مشہور بحدیث ثقلین
ہی اہلسنت کی حقمین مصداق اذا زلزلت الارض زلزالها و اخرجت الارض اثقالها ہی اور
از جملہ معجزات جناب ختم المرسلین ؐ ہی کہ جملہ فروع و اصول ارکان اہلبیت کو برباد و خراب بلکہ بہ منزلہ
حباب و سراب کرتی ہے اور ارکان مذہب سنیہ اس حدیث سی مانند کنگرہ ایوان کسری بشکستہ و بخاک
خاک مین ملجاتی ہین اسواسطی کہ یہ حدیث کتب معتبرہ فریقین مین باسانید متکاثرہ اور طرق متغایرہ
مذکور ہے اور قدر مشترک اسمین الفاظ معدودہ ہین کہ کوئی اوسکا انکار کر نہین سکتا اور وہ الفاظ
معدودہ یہ ہین انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی ما ان تمسکتم بهما
لن تضلوا بعدی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض عارفان اسلوب کلام اور صاحبان افہام
پر واضح ہے کہ یہ الفاظ ہدایت بنیاد جو زبان افصح من نطق بالضاد سی صادر ہوئی ہین متضمن فوائد
شریفہ اور متنج نکات لطیفہ ہین اور جملہ فوائد سی ایک فائدہ عظیمہ یہ ہے کہ خلافت خلفائی ثلاثہ
باطل ہو جاتی ہے اسواسطی کہ حضرت نے اس مقام مین بمقتضای رافت و رحمت سبب نجات اور ہدایت
کو ارشاد فرمایا ہی اور ہدایت کو منحصر دو امر مین کیا ہی اول قرآن دوم اہلبیت اور ان
دونون کو حاکم مستقل اور سبب نجات الی یوم القیام کیا ہی اور ظاہر ہے کہ اگر ہدایت کا کوئی اور سبب
ہوتا تو نبی ؐ رؤف و رحیم اوسکو بمقتضای رافت و رحمت کبھی ترک نفرماتی اور اوس شیٔ ثالث کو بھی
بھی ذکر کرتی والا خلاف رافت و رحمت لازم آتا ہی و ہذا خلف اور یہ بھی ظاہر ہی کہ اہلبیت کو جو شریک
قرآن فرمایا ہے تو اسی وجہ سی کہ قرآن مجمل اور ذی وجوہ ہی کوئی اوسکو بالتمام بجز اہلبیت کی نہین
جانتا پس قرآن بھی بدلیل حصر راجع طرف اہلبیت کی ہوگا اس سی ظاہر ہوا کہ مدار ہدایت بعد خدا
و رسول ؐ کی منحصر ذوات اہلبیت پر ہے اور حاکم مستقل اور امام بالاصالہ اور خلیفہ ایسے ہی ہین پھر
اب خلفای ثلاثہ کو کیا بچرہا بلکہ وہ بسبب ادعای مرتبہ امامت غاصب و خائن ہونگی و ہو المطلوب
پس مناسب یہی کہ اہلسنت اس حدیث کو زبان پر نہ لاوین کہ حدیث ثقلین سی بجز خجل اور ازدیاد
انفعال کے اور کچھ حاصل نہین بلکہ سبب رنج و ملال اونکی کے ہی اور اسیطرح اس حدیث سی فواید بیشمار
حاصل ہوتی ہین کہ ذکر اونکا سبب تطویل ہے علمای اعلام نی اس امر مین کتب و رسائل اور

براہین و دلائل مرتب فرمائی ہیں اور اس حقیر نے بھی اس حدیث میں ایک رسالہ مفردہ تصنیف کیا
کہ مشام معقول تابعین اہلبیت ریاحین مضامین اوسکی سے معطر ہوتی ہیں والمسئول اللہ ان یجعلہا لی
ذخرا لیوم المعاد وللمؤمنین ذریعۃ الی الرشاد وھو الموفق للسداد قال صاحب الرسالہ
پانچوین یہ کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہما السلام کو حکم تقیہ کا نہ تھا بلکہ حکم اسلیے
ہوا تھا کہ نصیحت کریں اور فتوی دیویں اور اہلبیت کی علم کو رواج دیویں اور اپنی باپ دادا کو سچا
رکھیں اور کسی سے نہ ڈریں کہ کوئی کچھ کر نہیں سکتا جیسا کہ عبارت خاتم مذہب سے کہ جبرئیل لائی تھے
اور کلینی میں موجود ہی معلوم ہوتا ہی اس صورت میں بھی امامیہ کو لازم ہی کہ اون دونون اماموں کے
روایات کو جو تعریف خلفای راشدین میں ہیں مع اور روایتون کے کہ مطابق مذہب اہلسنت کے ہیں
تقیہ سی بچائیں اور اون پر عمل کریں اور دامن ائمہ طاہرین کو لوث تقیہ سی آلودہ نکریں اقول وبہ نستعین
یہ شبہ بھی مانند شبہات سابقہ کی جولانگاہ انظار زاکیہ اولو الابصار سے صاحب تحفہ وغیرہ نی اس
شبہ باطلہ کے تحریرین مانند نامہ اعمال اپنی کے اوراق سیاہ کئی ہیں اور علمای اعلام اور فضلای کرام نے
جناب مجمع الاعلام اعلی اللہ دار السلام فی رو منتہی الکلام میں جواب شافی اسکا تحریر فرمایا ہی اور اقوال تقیہ
سی جواب اسکا واضح ہے لاکن ازانجا کہ مؤلف نے اسکو بطرز آخر لکھا ہی پس ہم بھی جواب اسکا
بطرز مختصر بیان کرتی ہیں پس مخفی نرہے کہ اصل حدیث جو بخطاب امام ہمام محمد باقر علیہ الصلوۃ والسلام
صحیفہ مقدسہ میں وارد ہی بنا بر روایت بعض علمای اعلام اعلی اللہ فی اعلی علیین یہ ہی حدث الناس
وافتہم وانشر علوم اہلبیتک وصدق آبائک الصالحین ولا تخافن احدا الا اللہ فانہ لا سبیل لاحد
علیک اور جو عبارت کہ بخطاب امام جعفر صادق علیہ السلام وارد ہی وہ یہ ہے حدث
الناس وافتہم ولا تخافن احدا الا اللہ وانشر علوم اہل بیتک وصدق بآبائک
الصالحین فانک فی حرز وامان یہ فقرات شریفہ اور یہ الفاظ صحیفہ کسی نوع سی مطلوب ضعیف
مؤلف اور اہل نحلہ اوسکی پر دلالت نہیں کرتے اور بطلان تقیہ پر شہادت نہیں دیتی اسواسطے کہ
فقرات اولی جو صحیفہ امام محمد باقر علیہ السلام میں وارد ہیں یعنی حدث الناس وافتہم وانشر علوم اہلبیتک
وصدق آبائک الصالحین وہ چار حکم پر مشتمل ہیں اول بیان حدیث درمیان مردم دوم
فتوی بین الناس سیوم نشر علوم اہلبیت چہارم تصدیق اور شک نہیں کہ ان

ان دونوں معصوموں نے ان احکام اربعہ کی بجالانی میں کسیطرح کوتاہی نہیں کی بلکہ بمضمون قول حضرت
نوح علی نبینا وآلہ وعلیہ الصلوۃ والسلام رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا اور بمضمون
ثم انی دعوتہم جہارا وہ دونوں معصوم لیلا ونہارا اور سرا وجہارا اپنی زمانہ میں بندگان خدا
کو ہدایت فرماتی تھے اور نشر علوم اہلبیت کرتی تھے اور اپنی آباء طاہرین کی تصدیق فرماتی تھے
اور مخالفین مذہب حق پر حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ قائم کرتے تھی اور لوگوں کو امور حلال و
حرام اور مسائل صلوات و صیام اور معالم دینیہ اور معارف یقینیہ تعلیم فرماتی تھے حتی کہ بدولت اس
نشر علوم کی شیعیان اہلبیت اقطار عرب میں مانند کوفہ اور قم اور حلہ وغیرہ کی منتشر ہوئی اور بفقط اس
برکت تو امام جعفر صادق علیہ السلام میں چار سو کتابیں کہ مشتمل اوپر معالم دینیہ اور مسائل یقینیہ کی
تھیں چار سو مصنف نے خواص اصحاب سے تصنیف فرمائیں اور بدولت اس نشر علوم کی مخالفین
اور معاندین درپی کینہ و عداوت و آزار اہلبیت سلطان مدینہ ہوئی چنانچہ سابقا ذکر ان امور
کا بالاجمال ہو چکا ہے پس منصف دیندار پر ظاہر ہوا کہ اون دونوں امام معصوم نے نشر علوم
و دیگر احکام خدا و رحمی و قیوم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور بہ نشر علوم منافی اور معاد ٥٩
اور بسبب بطلان تقیہ اون دونوں معصوم کی حق میں نہیں ہو سکتا اسواسطی کہ اولا اگر بسبب غلبہ
اور کثرت و شوکت مخالفین و معاندین اور تغلب و تسلط اور بغض و عداوت امرا و سلاطین بعض اوقات
میں تقیہ واقع ہی ہوا تو یہ مستلزم اسکو نہیں کہ ہر وہ تقیہ کبھی مرتفع نہو اور نشر علوم صادق نہ اوے
بلکہ ہم نے سابق میں بیان کیا ہے کہ حضرات تقیہ جب فرماتی ہیں کہ سبیل علم او مخرجات پر منحصر ہوتی تھے
اور حق مثل آفتاب کی منجلی ہوتا تھا اور یہ مرتبہ نہیں تھا ہے مگر بعد نشر علوم کے پس ایسے حالمیں تقیہ ان
حضرات کا مانع اور منافی نشر علوم کا نہیں اور جو شخص کہ ایمان حشر ونشر کا نہیں رکھتا اگر وہ اس تقیہ
کو منافی نشر علوم کی سمجھی تو وہ منتشر الحواس سمجھا جائیگا ثانیا تقیہ اگر تھا تو نسبت مخالفین کے
تھا نہ اپنی شیعوں اور معتقدین سے پس اگر مخالفین سے تقیہ فرماتی تھے تو آخر اپنی شیعوں میں تو نشر
علوم کرتے ہی پس معلوم ہوا کہ تقیہ اون دونوں اماموں کا منافی نشر علوم و تصدیق آبائے صالحین
نہیں بلکہ اگر تامل کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ تقیہ اون دونوں معصوموں کا تصدیق آبائے صالحین
سے خالی نہیں اسواسطی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتی ہیں التقیۃ دینی ودین آبائی کا روا

شیخنا المقداد علیہ الرحمة والرضوان نے کتاب کنز العرفان اور دیلمی نے کہ علمای امامیہ سے ہے کتاب غرر
مین علی ما نقل عنہ جناب امیر المومنین ؑ سے روایت کی ہے کہ لا دین لمن لا تقیة لہ پس معلوم ہوا کہ تقیہ
اونحضرت کا منافی تصدیق آباے صالحین نہین فافہم ہداک اللہ الی سواء السبیل و فی المقام کلام
آخر ترکنا مخافة التطویل اور فقرہ شریفہ لا سبیل لاحد علیک کو جو مولف رسالہ اپنی مطلوب
پر دلیل قوی سمجہا ہے یہہ بھی ضعف سے خالی نہین اسواسطے کہ یہ فقرہ صحیفہ آیہ مصحف
سے ہم معنی ہے اور وہ آیت یہہ ہے و لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا تو مولف
کی نزدیک اگر فقرہ شریفہ کی یہہ معنی کہ کوئی تمہارا کچہہ کر نہین سکتا کما نقل فی الترجمة تو آیہ کریمہ کی بہی
معنی ہونگی کہ کافرین مومنین کا کچہہ کر نہین سکتی لاتحادہما فی المعنی اور اسوقت مین جو اعتراض
ہم پر مولف نے وارد کیا اوسکی علماء مذہب پر بہی وارد ہوگا اور حکم تقیہ مومنین سے بالمرہ مرتفع
ہو جائیگا حالانکہ باعتراف محققین اہلسنت مانند حسن بصری اور فخر رازی اور خطابی اور شارح صحیح مسلم
کہ مدعی اتفاق علما جواز تقیہ پر ہین اور باعتراف امام اعظم اہلسنت و باعتراف صاحب تحفہ وغیرہم من
علماہم جواز تقیہ مومنین کے حق مین ثابت ہی کما سبق تفصیلہ علاوہ اسکی بہت سی لوازم قبیحہ اور 6
نتایج شنیعہ بنا بر زعم صاحب رسالہ مترتب ہوتی ہین مثلا مبتلا ہونا حضرت ابوبکر کا ضرب نعال کفار
[بہ ال مین؟] اہلسنت کی نزدیک متحقق ہے اور از جملہ فضائل یار غار ہے پس اگر آیہ کریمہ مانند فقرہ شریفہ
کے مطلق ہے کما لازم علی زعمہ تو لازم آتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو ایمان سے بہرہ نہو اسواسطی کہ اگر وہ مومن
ہوتی تو بحکم آیہ کریمہ کفار مکہ اون پر غالب نہوتی اور کفش کاری بے ادبی نکر سکتی کما فی روضة الاحباب
وغیرہا مین مطلوب شیعہ اور اسیطرح لازم آتا ہے کہ ہجرت رسول مختار مع خلفای غار کہ مبنی اوسکا قلت
بلکہ فقدان اعوان و انصار و خوف کفار تہا لغو ہو جائی و لا یخفی قبحہ علی من حسن اسلامہ اور سب سے
زیادہ یہہ قباحت لازم آتی ہے کہ شہادت فرزند رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام بنا بر زعم
صاحب رسالہ باطل بلکہ العیاذ باللہ بنا بر زعم باطل مولف رسالہ کلام ایمان مین [اونکے خلل آتا ہی؟]
اسلئے تقدیر پر کفار شام اور یزید بد انجام کو امام انام پر غلبہ نہوتا مگر یہہ کہین کہ یزید بہی مومن تہا جیسا
کہ غزالی نے دعاے اللہم اغفر للمومنین و المومنات مین اوسکو داخل جانتا ہے اور غلبہ
ایک مومن کا دوسرے مومن پر بعید نہین لاکن غالب ہے کہ اس زمانہ کی علما اور سنی غزالی کی [ہم زبان؟]

دام میں آویں اور مانند آہوی رم کردہ کی اسواری سے رم کریں اسواسطے کہ وہ خود مضطر ہوئیں گے یزید نے
جیسے حکم قتل امام معصوم کا دیا کافر ہو گیا ہرچند بقول صاحب صواعق یہ قول اونکا خلاف قول ائمہ سلف
سے ہے بصورت سنیونکو بطلان شہادت امام معصوم میں خوب وجہ دجہ ہاتھ لگی اب تو قرآن بیچ
اونکی طرف ہو گیا اولاد اور شیعیان حسین ؑ علی پر خوب جہاد کریں اور خفقان جو ریہ جواب نکالیں تمام
یہ ہے کہ اگر آیۂ کریمہ کو مؤلف رسالہ مانند فقرہ شریفہ کے اپنی زعم باطل میں مطلق جانتا ہے تو اپنی لوازم
قبیحہ اوسپر مترتب ہونگی اور اگر تخصیص اوسکی بعض اوقات اور بعض زمان یا بعض امور میں کیسے دلیل
سے ہی تو وہ ہے تخصیص اس فقرہ شریفہ میں بھی جاری ہے فخر الدین رازی نے اس آیت کو تفسیر
میں کئی قول نقل کیے ہیں اول یہ کہ قیامت میں کوئی کافر مومن پر غالب نہیں ہو سکیگا دوسرے
یہ کہ دنیا میں اور معنی یہ ہیں کہ حجت مومنین کے غالب ہے اور کسی کافر اونپر بہ حجت و دلیل غالب
نہیں ہو سکتا تیسری یہ کہ امر عام ہے کل امور میں مگر جسکو دلیل نے خاص کر دیا وہ مستثنی ہے
ان اقوال ثلاثہ سے مطلوب ہمارا بھی حاصل ہوتا ہی جو قول اس آیۂ کریمہ میں مراد کا ہے فقرہ صحیفہ میں
٦١ بھی مراد ہو سکتا ہی کما لا یخفی اور احتمالین اول فقرہ شریفہ وانت فی حرز ظمان کی بھی جو بخطاب
امام جعفر صادق علیہ السلام وارد ہی ظاہر ہوئی کما لا یخفی علی ذوی الافہام اسواسطے کہ جب کافرین مومنین
پر غالب نہوئی تو لازم اوسکا یہ ہے کہ مومنین حرز و امان میں ہونگی اور اسوقت میں جو تاویل آیۂ کریمہ
کی ہوگی چونکہ فقرہ شریفہ لازم اوسکا ہی وہی تاویل اوسمیں بھی جاری ہوگی فافہم بہ قضیۂ لزوم
علاوہ اسکی بہت سی آیات ایسی ہیں کہ جو اسبات پر دلالت کرتی ہیں کہ خداوند کریم اپنی بندوں کا
حافظ ہے اور اونکو حرز و امان میں رکھتا ہے پس اگر یہ حفظ و حرز مطلق ہے تو وہی لوازم مترتب
ہونگی جو سابق میں مذکور ہوئی اور اگر مانند سابق کے تقیید و تخصیص اوسمیں عارض ہے تو وہی تقیید
و تخصیص اس فقرہ میں بھی جاری ہوگی کما لا تخصیص قائل بالا صادق اب باقی رہا فقرہ ولا تخاف
احدا الا اللہ پس مؤلف رسالہ وغیرہ من علماء مذہبہ جابر مزعوم باطل کے اسکلام کو اپنی مطلوب پر
حجت قوی جانتی ہیں بطور بنای استدلال اونکی کے اسی کلام پر ہی اور محصل اسکا یہ ہے کہ جب بحکم فقرہ
شریفہ امام میں بہ خوف کسی کا بجز خدا کی جایز نہوا اور اونکا خوف منحصر خوف خدا میں ہو تو تقیہ
اونپر حرام ہوگا اور احادیث اونکی محمول تقیہ پر نہونگی اقول اہل ہوش پر مخفی نہیں کہ یہ شبہ باطل

کہ مقصد شان یہی قول خوارجیں کہ مولای مومنین نفس نبی المرسلین پر زبان طعن و تشنیع دراز کرتی تہے
اور کہتے تہے لا حکم الا اللہ اور ہرچند مولای مومنین جواب مین فرماتی تہی کلمۃ حق یراد بہا الباطل
لاکن اون ظالمین کی دلمین اثر نکرتا تہا اوسیطرح لشکر ابن معاویہ نے معاویہ از راہ مکر و خدیعت مصاحف
کو نوک سنان پر بلند کرکی بآواز بلند کہتی تہی کتاب اللہ بیننا و بینکم اور مقصود اونکا یہہ تہا کہ لوگ جناب
امیر کی نصرت سی ہاتہہ اوٹہاوین اور اونکو ترک کرکے شریک لشکر ابن معاویہ ہووین آخر اس شبہہ
مزخرفہ کی سبب سے لشکریون نے جناب امیر نے ہاتہہ جنگ سی کہینچا اور ہرچند کہ مولای مومنین فرماتی تہی انا کلام اللہ
الناطق وھذا کلام اللہ الصامت لاکن قلوب ضعفاء امت مین اثر نہ پڑا چنانچہ یہ ماجرا کتب
فریقین مین مروی ہے اور کثرت شہرت سی محتاج بیان نہین الغرض جسطرح خوارج نہروان کلمۂ حقہ لا
حکم الا اللہ سی بدلیل حصر معنی باطل مراد لیتی تہی اسیطرح حضرات اہلسنت کہ ہم مذہب بلکہ جاری
مجرای خوارج نہروان ہین اس کلمہ سی حصر حقیقی سمجہکر معنی باطل مراد لینا چاہتی ہین اور جسطرح کہ مقصود
خوارج کا باطل ہے مقصود سنیون کا بہی باطل ہے اگر حصر حقیقی اس مقام مین مراد ہو تو لازم آتا ہی کہ اون
دونون اماموں پر بجز خدا کی اور کسیکا خوف مطلقا حرام ہو جملہ اوقات مین اور یہ لازم باطل ہے اسلئے
کہ یہ امر از قبیل تکلیف مالا یطاق ہے اور خلو نفس انسانی جملہ اوقات مین خوف اعدا و منافقین اور سلاطین
متغلبین و ریاست از مخالفین سے محال بشری اور طاقت انسانی سے باہر بلکہ ایسے تکلیف کسی نبی اور
رسول کو نہین ہوئی اور قول موسی ففررت منکم لما خفتکم اور اجرای ہجرت رسول مختار در اختفاء
غار و نبرد و بس این امر برہین کا سبق اور کوئی علما و فضلا سی اس امر کا اعتراف نہین کرتا کہ انبیا
پر مطلقا خوف حرام تہا سوای خوف خدا کی الحاصل یہہ حصر جو اس مقام مین جملہ لا تخافون احدا الا اللہ
سی مفہوم ہوتا ہی اگر حقیقی ہے تو مستلزم تکلیف مالا یطاق بلکہ خلاف تکلیفات انبیا اور خلاف بدیہہ ہے
اور کوئی عقلا سی ایسے تکلیف کا معترف نہین کما لا یخفی اور اگر حصر اضافی ہے کما یشہد بہ الضرورۃ تو یہی
مطلب شیعہ کا ہی کہ اغلب اوقات مین خوف اون دونو معصوم کا منحصر خوف خدا مین تہا مثلا اوس وقت
خاص مین کہ جب اظہار حق اونپر واجب ہوتا تہا اور بسبیل علم مخبر اونحضرت مین ہوتی تہے پس ایسے
وقت مین بجز خوف خدا کی اور کسیکا خوف ونحضرات پر حرام تہا اور بعض اوقات مین جبکہ ضرورت تقیہ
موجود ہوتی تہے تو وہ دونو امام بحق مانند نبی معصوم خاتم المرسلین کی بحکم خدا وندی حی و قیوم تقیہ

تقیہ بھی فرماتی ہیں کما مر تفصیلہ خلاصہ یہ ہوا کہ حصر حقیقی بمقام نفی باطل اور حصر اضافی ثابت اور ایسا
حصر سبب بطلان تقیہ نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ فقرہ بھی مفید مطلوب مستدل نہیں اور کوئی قرینہ
ترجیح معنی موہوم المستدل کا ہمیں نہیں اور اگر فقرات سابقہ کی تخمین قایم کریں تو وہ بھی ظاہر ہوا کہ معنے
اون فقرات کی دال بطلان تقیہ پر نہیں اور برتقدیر تنزل جو معانی کہ ہمنی بیان کیے ہیں محتمل الصحۃ ہیں
واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فتامل ولا تغفل اور واضح ہو کہ فقرہ شریفہ لا تخافن
احدا الا اللہ کی ایک معنی صحیح اور بھی ہیں کہ بعد احاطہ تام بمجموع تقریرات سابقہ واضح ہوتی ہیں
اور وہ یہہ ہیں کہ حقتعالی بخطاب امامین ہمامین علیہما السلام فرماتا ہے کہ تم تابع فرمان خدا رہو اور
اوسکی حکم بجالانی میں شدائد و مصائب کا تحمل کرو اور حکم خدا کو مقدم جانو اور خوف ملامت اور سرزنش
خلق کا نکرو جیسا کہ حقتعالی جناب ختم المرسلین کی حق میں فرماتا ہی وتخفی ما فی نفسک ما اللہ مبدیہ
وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ اس آیت سی اور کلام مفسرین سی مانند رازی وغیرہ کی ظاہر ہی کہ جناب
ختمی مآب بعض امور میں خوف بدگوئی اور طعن و تشنیع کا کرتی تھی پس حقتعالی نی فرمایا کہ تم خلق کے بدگوئی
کا خوف نکرو خدا کی خوف سے تمکو کام ہی اسیطرح حقتعالی نے دونوں امام معصوم سی فرمایا کہ تم خلق کے ٦٣
طعن و تشنیع سی خوف نکرو خوف خدا سی کام رکھو خلق تم پر بحجت و دلیل غالب نہیں ہو سکتی اسواسطے
کہ تم محب خدا ہو و حجت اللہ عالیہ اور اسیطرح حقتعالی شان مومنین میں فرماتا ہی لا یخافون فی اللہ
لومۃ لائم یعنی وہ لوگ راہ خدا میں ملامت اور طعن اور تشنیع خلق سے نہیں ڈرتی پس یہہ آیہ
مصحف اور فقرہ صحیفہ دونوں ایک معنی پر وارد ہیں اور اس معنے سی بطلان تقیہ لازم نہیں اسواسطے
کہ تقیہ کے لیے مقامات متعدد ہیں مثلا خوف جان اور خوف فتنہ و فساد اور خوف قتل اولاد و شیعہ
اور اسکا انسداد اس معنی میں لازم نہیں کما لا یخفی اور یہہ معنی محاورہ عرب میں شایع و ذایع ہیں جنانچہ
ماہرین پر مخفی نہیں اور کلام صدق نظام جناب امیر بجواب قول خوارج کلمۃ حق یراد بہا الباطل
اس امر میں دلیل کامل ہے کما یظہر بالتامل بلکہ خود کتاب اللہ میں اسطرحکی آیات بہت سی واقع ہیں
کہ دو آیتیں اونمیں سی بطور نمونہ اس مقام میں مذکور ہوئیں اور اسیطرح محاورہ عجم میں ایسی معنی بہت
مشہور ہیں جنانچہ شاعر کہتا ہی ؎ در طلب کردن حقیقت کار + از خدا شرم دار و شرم مدار
اس سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ سوای خدا کی کسے سی شرم نچاہی کہ معنی ظاہری پر محمول ہے تو لازم

ہی کہ برخلاف حدیث الحیاء من الایمان اہلسنت حیا کی استتار کرلیں اور بمضمون اذا القیت جلباب
الحیاء فاصنع ما شئت جس امر قبیح کو مستحسن جانیں عمل میں لائیں اور حیا کی عثمانی سے ہمہ تن ظاہر
بلکہ خلیفہ ثالث کو باحیا کہیں اور ہوتا بحکم حدیث مذکور حیا لازم ایمان ہے تو خلیفہ ثالث بسبب فقدان حیا کے خارج
الایمان بھی ہونگے فتامل ہرگاہ جواب تحقیقی سے بعنایت مبداء فیاض فراغ حاصل ہوا تو اب ہم کہتے ہیں کہ
اگر ہم ان سب وجوہ سے قطع نظر کریں اور جو کچھ مولف رسالہ نے استدلال کیا ہے مسلم کرلیں تو بعد تسلیم
خاطر عاید الورود یہ ہی بارگاہ عرش اشتباہ جناب ختم المرسلین بلکہ انبیاء معصومین تک پہونچتا ہے سو واسطے
کہ خود وجہ اول میں مولف رسالہ نے اعتراف کیا ہے کہ نبی و امام کسی سے نہیں ڈرتے اور آیہ کریمہ الذین یبلغون
رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ کو سند اپنا گردانا ہے حالانکہ اسیطرح خداوند کریم نے جناب
خاتم المرسلین کے حق میں فرمایا ہے یا ایہا النبی [illegible] اور کہیں فرمایا ہے [illegible]
[illegible] اور سورہ تحریم میں ازراہ تعریض بعایشہ و حفصہ فرمایا ہے وان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو
مولاہ وجبریل وصالح المومنین والملائکۃ بعد ذلک ظہیر یعنی اگر تم پیغمبر پر حق کے
مخالفت کروگی تو خدا اوسکا ناصر اور مددگار ہے اور جبرئیل و صالح المومنین کہ مراد اوس سے بنابر تفسیر بعض ٦٧
مفسرین اہلسنت کی جناب ابوبکر و عمر ہیں اور بعد اوسکے ملایکہ مددگار ہیں اور کہیں فرمایا ہے فاصدع بما تؤمر
واعرض عن المشرکین انا کفیناک المستہزئین پس ہرگاہ کہ برگزیدگان بارگاہ الہی پر خدا اسکے
اور کسی کا خوف حرام ہوا مطلقا پھر کیوں حضرت ابراہیم نے کہ حضرات انبیاء معصومین اور اہلبیت
طاہرین پر ہر وقت اور ہر زمان میں تقیہ واجب نہیں جانتے بلکہ تقیہ کے واسطے اوقات اور مقامات
اور شرایط میں کہ جب وہ شرایط متحقق ہوتی ہیں تو تقیہ جایز ہوتا ہے چنانچہ علماء اعلام نے تقیہ کو کئی
قسموں پر منقسم فرمایا ہے کبھی تقیہ حرام ہوتا ہے اور کبھی حلال و مباح پس مولف کو لازم ہے
کہ اولا اجماع شرایط تقیہ واسطے فرزند امام المتقین قرۃ العین سید المرسلین کی ثابت کرے بعد اوسکے
زبان اعتراض فرقہ حقہ پر دراز کرے وہ دونہ خرط القتاد و تعجب ہے کہ خود وجہ خامس میں اشعار الکتاب ہے
کہ بروایت کلینی علیہ الرحمہ ہر امام کی لئے ایک صحیفہ معین تھا کہ ہر ایک امام اوسمیں بحکم خاص محکوم تھا پھر
ہوسکتا ہی کہ جناب سید الشہداء اوس صحیفہ معاویہ میں مامور بجہاد ہوں جیسا کہ مذہب
علمای فرقہ حقہ ہی پس یہ امر منافی تقیہ دیگر حضرات معصومین نہوگا آیا مولف نہیں جانتا کہ ار

کیا زائل ثمرۂ ابطال تقیہ پر ہے کہ اوسکی فعل میں بنا بر حفظ مال از شر اعدا و منافقین سے ہو چنانچہ کلام صاحب
تحفہ سے بھی تعریف تقیہ میں واقع ہے اور سابق میں مرقوم ہوا بھی ہے اور معلوم ہوتا ہے
اس سے بھی کہ انہوں نے بھی حفظ نفس اور عرض اور مال کو علت تقیہ کہا ہے و متی لم یتحقق العلۃ
لم یتحقق المعلول کما لا یخفی اور بعد تتبع اخبار و سیر جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں ظاہر
ہوتا ہے کہ جناب سید الشہدا علیہ السلام کو علم اپنی نجات کا حاصل نہ تہا بلکہ حضرت جانتے تھے کہ اعدا
دین اور منافقین و معاندین درپی جان اور قتل و غارت میں کسیطرح اپنی مکر و دغا اور جور و جفا
سے باز نہ آئینگے معاذ اللہ کہ آیات ثلثہ کو بخوف حاکم وقت استعمال فرمایا اور کیوں حضرت موسے
قوم فرعون میں تقیہ سے بچے ہیں اور کیوں فرمایا ففررت منکم لما خفتکم اور اسطرح جبکہ جناب
ختم المرسلین صلعم پر خدا تعالی نے خوف ہر کسیکا بجز اپنی خوف کی حرام فرمایا اور تاکید تبلیغ رسالت پر کی
اور راہ کی دشمن کو ابتر فرمایا اور اوسکو اظہار امر پر مامور کیا اور وعدہ فرمایا کہ ہم تمکو شر کفار سے بچائینگے
سے باز رکھا اور عائشہ و حفصہ کے مقابلہ میں خود اپنی ذات کو اور جبرئیل اور صالح المومنین اور
ملائکہ کو ناصر فرمایا تو پھر کیوں وہ حضرت بخوف کفار کعبہ کو چھوڑ کر چلے گئی اور تین روز تک غار
میں مخفی رہے اور بخوف قرب زمان جاہلیت قوم عائشہ کعبہ کے تغیر نہ کر سکے اور منافقین کے اسماء
بجز حذیفہ کی اور کسیکو تعلیم نفرمائی اور انکی اظہار کا حکم دیا اور بشہادت فخر الدین رازی کہ امام اہلسنت
ہیں بعض قران کو کفار پر پڑھتے تھے اور بعض قران کو اونسے مخفی فرماتی تھی خوفا علے نفسہ و اصحابہ
حالانکہ خوف کفار اونحضرت پر بشہادت مولف رسالہ و بحکم آیات مذکورہ حرام تھا پس اگر صاحب رسالہ
اسکی جواب میں کہیں کہ یہ اظہار بھی بحکم خدا تھا اور اخفا بھی تو ہم بھی کہیں گے کہ یہ دونو امام معصوم نے
اپنی جد معصوم کی اظہار اور تقیہ بحکم خدا کرتی ہے بہر صورت جو کچھ صاحب رسالہ اور علمای مذہب انکی
اس امر کا جواب دینگی وہی جواب ہماری طرف سے ہوگا اب اس جگہ سے بھی واضح ہوا کہ یہ شبہ
سراپا باطل اور مضمحل ہے جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا قال صاحب الرسالہ
چھٹی یہ کہ اگر ائمہ کو تقیہ اور خوف سے خلاف حق کے کہنا درست ہوتا تو حضرت امام حسین علیہ السلام بھی
یزید کی بیعت کر لیتی اور اپنی تئیں مع اہلبیت کی فوج یزید سے قتل اور اسیر ہونے نہ دیتے الغرض
ان سب صورتوں سے ثابت ہی کہ حدیثیں ائمہ کی جو مطابق مذہب اہلسنت کی کتب امامیہ میں واقع

ہین ہرگز ائمہ نی دشمنون کی خوشی نہین فرمائین جسطرح کہ شیعہ گمان کرتے ہین بلکہ مطابق حق کے
فرمایا جیسا کہ اہلسنت کہتی ہین مثل مشہور ہے کہ عیان راچہ بیان اب اللہ تعالی اپنی فضل سے سب
مومنین کو توفیق انصاف کی عنایت کری اور کج بحثی سے محفوظ رکہی اور اس رسالہ کو کہ نام اسکا
رد تقیہ ہی مقبول فرمائی والحمد للہ تعالی علی اتمام الحجۃ **اقول وبہ نستعین** یہ شبہہ بہی
مانند شبہہ سابقہ محل بحث وکلام اور سببت جرئت فضلا واولی الافہام ہے زمان قدیم سی علمای
اہل خلاف اس کلام واہی کو ذکر کرتے ہین اور اس قصہ پارینہ کو سبب بطلان تقیہ جانتی ہین اور
علمای اہل حق نے جواب اس شبہہ باطلہ کا بوجوہ عدیدہ اور دلایل سدیدہ بیان فرمایا ہی لیکن تعجب
ہی کہ مولف رسالہ وجہ سادس مین آل عبا مظلوم کربلا علیہ التحیۃ والثنا کا ذکر زبان پر لایا
اور جواب علمای فرقہ حقہ سی کہ واقع شبہات واوہام اور قاطع مادہ سودای خام سے اعراض
فرمایا اور اپنی زعم باطل مین بنا بر اصول اور قواعد مسلمہ اتباع اہل البیت بطلان تقیہ پر کہ مطلوب
فاسد اوسکا ہی دلیل الزامی قایم کے اور اوس پردہ الزام مین کہ بردہ عنکبوت سی بہی اوہن ہی
زبان اعتراض امام معصوم پر دراز کی اگرچہ صورت مطلب اوسکا کہ ہی نشین ہو ضعف الطالب ٦٦
والمطلوب بالجملہ اہل انصاف پر ظاہر ہے کہ یہ اعتراض فاسد بنا بر اصول صحیحہ اور قواعد مسلمہ اہل حق
وارد نہین ہوتا اسواسطی اور صلح اور تقیہ میں کچہ علاقہ نہو گا چنانچہ اکثر احادیث امامیہ مین وارد
ہی کہ اوس جناب معصوم نی اپنی برادر ارجمند محمد حنیفہ سے فرمایا کہ ای بہائی اگر مین سوراخ کے
حشرات الارض مین بہی مخفی ہون تو یہ دشمنان دین مجکو وہانسے نکال کر قتل کرینگے کما رواہ المجلسی
فی البحار پس جبکہ اوس حضرت کو علم حاصل تہا کہ مین کسیطرح اور کسی نوع سی ظالمون کے ہاتہ سی محفوظ
عن القتل نہین ہو سکتا ہون تو پہر تقیہ کا کیا محل وموقع باقی رہا تہا بلکہ ظاہر یہ ہی کہ وہ امام معصوم
نظر بحال پدر بزرگوار اور برادر عالیمقدار تقیہ کو اپنی حق مین مفید نجانتی تہے اسواسطے کہ جناب مولای
مومنین امام المتقین نے باوجودیکہ معاویہ سی صلح برای نام فرمائی تہی اور باتفاق ظالمان [illegible]
امر حکومت دنیوی کہ سراپا مصداق ظلم وجور تہا معاویہ کیطرف عاید ہو گیا تہا پہر بہی اسکی مکر وحیلہ
اور عداوت سی نجات حاصل نہوئی کہ وہ باغی وطاغی امام مظلوم کی حقمین احادیث مذمت وضع
کرتا تہا اور اونکی دوستون کو ذلیل وخوار کرتا تہا اور ہر سر منبر تفضیح واہانت اوس جناب کے عمل مین

مین لا اٹہا اور کوچہ بازار مین مثالب اوس حضرت کی مشہر کرتا تہا یہانتک کہ بعد وفات اوس جناب کے
بہی زبان اوس باغی طاغی کے بند نہوئی اور بدگوئی کی سنت موقوف نہوئی بلکہ اوسکے احفاد
ستمگر سے کہ بیہودہ ہذا اور بدشغط سوای مومنین کے حق مین زبان درازیان کرتا تہا اور جس حرف کے
خود مستحق تہا وہ آنحضرت کی حق مین کہتا تہا حتی کہ شیخ ارباب سیر عمر بن عبد العزیز نے اوس
بدعت سیئہ کو صفحہ روزگار سی حتی الامکان دور کیا اور اسیطرح حضرت امام معصوم سید مسموم صلوات اللہ
علیہ وآبائہ الطاہرین ہرچند کہ معاویہ سی بناچاری صلح کرچکی تہے مگر پہر بہی دست ظالمان ستم پیشہ
سی نجات نپائی تہے اور آخر انجام یہ ہوا کہ معاویہ غاوی نی کئی بار اوس معصوم کو زہر دلوایا اور
مرتبہ اخیر مین زہر ہلاہل سے اوس جناب کو قتل کروایا اور جبکہ خبر شہادت اوس جناب کے فرزند
اکلۃ الاکباد نی سنی تو سجدہ شکر ادا کیا اور آواز تکبیر کے اپنی لشکر مین بلند کی کما رواہ ابن خلکان
فی تاریخہ وغیرہ من علمائہم پس جبکہ حضرت امام معصوم نی اپنی والد بزرگوار اور برادر عالی وقار کا یہ
حال دیکہا کہ باوجود صلح اور خانہ نشینی کے پہر بہی شر اعادی سی نجات نپائی اور لیلا ونہارا
وسرا وجہارا ظالمان بیدین کے ہاتہہ سے مکروہات اور شدائد مین گرفتار رہے یہانتک کہ زہر ٩٧
وغا سی شہید ہوئی تو حضرت کو بمشاہدہ عداوت دیرینہ وبغض وکینہ ظالمان کمینہ علم الیقین کا
حاصل ہو گیا تہا کہ بیعت یزید سی کچہہ مفید نہوگی اور صلح بنابر اصلاح فساد وشنان بی نتیجہ وکچہہ کام
نہ آئیگی اور باوجود تقیہ کی بہی افعال وکردار اس قوم نابہنجار کی میری ساتہہ بہی ہونگی اور نہ
تقیہ کا کچہہ حاصل ہوگا لہذا حضرت نی تقیہ نفرمایا اور اپنی برادر ارجمند سی یہ کلام ارشاد فرمایا واللہ
یا اخی لو کنت فی جحر ہامۃ من ہوام الارض لاستخرجونی حتی یقتلونی اور اگر
بنظر تامل دیکہا جاوی تو ظاہر ہوتا ہی کہ ظن وعلم امام معصوم کا مطابق واقع تہا کہ وہ لوگ بسبب عداوت
دیرینہ ودلی قتل اہلبیت شاہ مدینہ تہی اور طلب بیعت محض بہانہ اور حیلہ ومکر تہا اس
واسطی کہ اگر یزید کو محض بیعت لینا منظور ہوتا تو فقط مواخذہ اوس ملعون کا امام معصوم سے
متعلق تہا آخر اطفال ونسوان اور حرم محترم امام مظلوم کا کیا قصور تہا کہ اونکو شہر بشہر اور دیار
بدیار بی مقنع وچادر پہرایا اور کوئی دقیقہ ذلت وخواری کا اہلبیت رسول کی لئی اوٹہا نرکہا اور
حق رسول ذو الجلال کی اونکی حقمین رعایت نکی اور مانند اسیران ترک ودیلم کے اونکو مجمع

عام میں طلب کیا اس سبب تو قتل ظاہر ہوتا ہی کہ اوس امام نے حضرت سلام اور باعداری خیر الانام
سی جہاد تہا یا تہا اور اپنی گریہ تامی ایر ضیا اونسی کلا لنا تہا فلعنۃ اللہ علیہ علی من ذاق بہ وسال الیہ
فاملا لنا ما ابلوم علی ھذا وحرقۃ ذریۃ الرسول وسبی نساہم واطفالہم واحراق خیمہم
ونہب اموالہم پس از خطابات و علامات سی ظاہر ہوا کہ علم اوس امام معصوم کا مطابق نفس الامر تہا
اور جناب کی اپنی کوئی مقام تقیہ باقی نہ تہا پس شبہ صاحب رسالہ کا اس جگہ سی باطل و مردود ہو گیا
فضائل و فضل مختفی رہے کہ اس شبہ مزخرف کو صاحب تحفہ نی بہی ذکر کیا ہی اور جناب آیۃ اللہ فی العالمین
سمی جد خیر المرسلین جامع اوصاف جانفزین نے کتاب طعن الرماح میں جواب اوسکا تحریر فرمایا ہی اور اوسکا
کہ وہ جواب باصواب تحقیقات انیقہ اور تدقیقات رشیقہ سی مملو اور مشحون ہی اور اہل عناد کے
حق میں نمونہ صرصر عاد اور مصداق ما انت علی شیء الا جعلتہ کالرمیم ہی لہذا ضرور ہوا کہ اوس
جواب باصواب کو ہم بہی ذکر کریں اور بسبب تیمن اور تبرک کی کلام خاتم العلماء والاعلام پر اس جواب کو
ختم کریں پس واضح ہو کہ اوس جناب نی بعد نقل کلام صاحب تحفہ اور اثبات تقیہ کے بوجوہ عدیدہ
کتاب مذکور میں فرمایا ہے اما آنچہ در باب جہاد جناب امام حسین علیہ السلام و عدم تقیہ آنحضرت مذکور
ساختہ پس مردود است اما اولا بآنکہ خود شما در باب نبوت اعتراف نمودہ باینکہ بنا بر مذہب ٦٨
شیعیان ہر یکی از ائمہ طیبین را صحیفہ ایست کہ جناب رسالتمآب بامر رب الارباب آن صحایف
را بائمہ طاہرین مفوض فرمودہ تا مطابق آنچہ در آن نوشتہ عمل نمایند چنانچہ گفتہ کہ آنحضرت در صحیفہ کربلا
مامور بخروج و عدم تقیہ بودہ باشند چنانچہ حضرت ابراہیم را بذبح فرزند و لہذا خود حضرت اسمعیل را مامور
فرمودہ و برضا و تسلیم ساخت و معلوم است کہ در شرایع دیگر انبیا ذبح اولاد انبیا کسانیکہ بہ نبوت
فائز باشند جایز نیست و نہ تسلیم خود برای قتل و ذبح بلکہ بمودای کریمہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ
نہی از آن فرمودہ و ہمچنین بعضی انبیا را مامور بجہاد فرمودہ و بعض را ممنوع بلکہ نسبت بیک پیغمبر بحسب
تفاوت ازمنہ امر و نہی از جہاد بوقوع پیوستہ و ادراک اسباب منشای این احکام مختلفہ بسبب تفاوت حیثیت
و مصلحت آن از حوصلہ بشریہ بیرون است پس اگر جناب امام حسین علیہ السلام مامور بعدم تقیہ در آن وقت
خاص بودہ باشند دلیل بر تقیہ مقتضا امر عام الاوقات حضرت از کلیہ وجوب تقیہ در حق آنحضرت استثنا
باشد محل استبعاد و استغراب نیست و از آن نفی وجوب تقیہ بالمرہ لازم نمی آید ثانیا آنکہ وجوب تقیہ

تقیه بحسب ظاهر حال در آن هنگام برای آنحضرت ممنوع است زیرا که عزم جهاد از آنجناب بوقوع نه پیوسته مگر بعد از آنکه
اهل کوفه نامه های متوالی و متواتر و رسولان متعاقب بخدمت آنحضرت فرستاده و بسندهای خود و بخط خود
نمودند و عهود و مواثیق مؤکد با یمان مغلظه در آن مندرج ساختند و بیعت آنحضرت را از صمیم قلب قبول
گشتند چنانچه هرگاه حضرت مسلم از جانب آنجناب بکوفه آمده و هیجده هزار کس بشرف بیعت آنحضرت مشرف
شدند و چون کاری قبل از واقعه کربلا ایشان نقض عهد و نکث بیعت از رعب که حمیت [illegible] و در آن هنگام [illegible]
تمام و اشت بوقوع نیامده بود بحسب ظاهر مقام خوف تقیه نبود و اگر آنجناب متصدی امر جهاد و خروج نمیشدند
حجت خلق بر آنجناب تمام می گشت اگرچه بعلم امامت بیوفائی و غدر و نقض عهد آن گروه ضلالت پژوه
بر آنحضرت واضح و لایح شده باشد لاکن غالباً احکام تکلیفی شرعی مبنی بر ظاهر است نه علوم لدنیه آیا
نمی بینی که جناب رب الارباب با وجود آنکه بعلم ازلی مطیع را از عاصی و مسلم را از کافر و ابلیس را از ملائکه شناخته
لاکن اتماماً للحجة تکلیف و ابتلای بندگان را بر خود لازم فرموده و معلل بان لا یقولوا لولا ارسلت
الینا رسولا فنتبع آیاتک من قبل ان نذل و نخزی کما لا یخفی اما بعد از وصول خبر شهادت
٦٩ حضرت مسلم و در اثنای طریق و ملاقات لشکری که همراه حر بود پس آنجناب هر چند خواهش رجعت بمدینه
طیبه یا دیگر مرز و بوم فرمود ممکن نشد و لشکر حر ممانعت کرد پس محل تقیه کجا باقی ماند و آنحضرت اتماماً للحجة
بکرات و مرات فرموده بود که مرا بجرم جد خود اجازت معاودت و رسید یا بگذارید مرا که یکی از بلاد بعیده و دور
ثانیه و ثغری از ثغور مسلمین بروم و گاهی سوی خروج و ادعای نقض بیعت از احدی نخواهیم و حال آنکه مثل دیگر رعایای
مسلمین بوده باشد لی مالهم و علی ما علیهم و نیز فرموده بود که مرا نزد یزید ببرید تا آنچه رای او در حق من باشد
موافق آن عمل آرد لاکن آن گروه شقاوت پژوه از غایت جفائی و بی شرمی پاس حرمت خدا و رسول نکرده
ان سید جوانان اهل بهشت را بظلم و ستم تشنه لب بر لب فرات شهید کردند فلعنة الله علیهم و علی
اعوانهم و اشیاعهم و من رضی بافعالهم و اقوالهم اما توهم اینکه آنحضرت چرا بیعت عمر سعد و ابن زیاد
در آنوقت نکرده بود و بمقتضای تقیه ترک نمود پس از کجا که در آنوقت آنحضرت را از مشاهده غدر و بیوفائی
آن ملاعین نابکار علم به هم رسیده باشد با اینکه بعد از قبول بیعت نیز بمقتضای اضغان بدریه و احقاد خیبریه
روز غزوات حیدریه با آن قوم سوء لعین اللوم رسیده بود غدر را ننموده اند کنند گذشت کیف آن بد نهادان ملعون
که از دین و ایمان بهره نداشتند در جواب آنجناب هرگاه که طلب یک جرعه آب از آن مستحقان عذاب میفرمود

بسلطنت لائق و نافذ در امر ۲۱ [illegible] گا امارت عثمان و چون خبر شہادت آنحضرت بجمیع

طلب بسبب تسلط او شد بجای این شخص اوس تاریخ بدون بسیار مردم و دیگر اسباب عیش سلطنت واقعیۃ بواجبہ

شان و چون سب مبارک آنحضرت در روز طلب و در آن ایام مخالفت بود مردم او را پس اظہار و دلالت تمام

دارد کرتی ہو یہ ہیں سکین کی طلب بیعت اظہار ساختہ بود و بعد از آن انتقام عثمان و جنگ بدر ہو

ہو ان کا جواب بہت دینی حجتی اسی سے آنکھا ہر عقدہ او علاج طبایع دلیل آنہا از حق و اظہار شعبان کا محتد ازین

وقت مطلع ید باشد و آنحضرت را یقین بہم رسیدہ باشد کہ ایشان ہر عمل و جنگ حضرت سے بیعت بن الجب

اذا دلیس مع الوقت کلام مقام تقیہ ہو کہ آنحضرت ترک فرما دینی ہذا ما افاد المحقق الحسن جادہ الی فی الجملۃ

الی الارشاد و جاھدوا فی اللہ حق جہاد اجتباہ اللہ ناصر الا جلاد والمعصوم الی یوم الحساب بن عادم سی قتل

تہم دنیا کی ظاہر ہوا کہ جناب سید الشہداء علیہ التحیۃ والثناء مع شریف جد معصوم بنی امیہ از فضل اوس امام عالیمقام کا

سید اور خواہر سید الشہداء کی مفروض تھا اور تقیہ اوس جناب کے لئے ممکن نہ تھا اور اگر حضرت تقیہ فرماتے تو شریعت خیر الانام

مروج نہوتی اور لوگوں کی قلوب میں شبہا منتشر ہوتی امر حق ظاہر او چھپا جاتا اوس امام معصوم کا

مجتمع ہوئی شرایط تقیہ کے منافی تقیہ کے معصوم ہیں او بعض او تکالیف ایک جہد ہی ہیں حکم نہ تھا او مدہ تفسیر کی ۷۰

بحکم خدا تھا اور ہر ایک کہ صحیفہ میں بھی پایا ہے تم ہا اور شیعہ و عن حکم ہر خبر انما لیس تھا صاحب کتاب

اور اہل علماء کی کے بہتا تشو اور حسد اور حکم جب بتقیہ عقیدت الظالمین تھا ہو گیا از سمی علیہ

مشکور ہوئی اور شیعہ واہر کا کہ فعل جناب سید الشہداء علیہ السلام کا منافی تقیہ تھا یہ بھی البطلان ہوا فالحمد للہ

اللہم خصنی بنصرۃ الحسین و اعوانہ و انصارہ واجعلنی من الطالبین بثارہ وادخلنی فی زمرۃ ذریتہ

اولیاء دینہ واحبائہ و افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمت

تاریخ اختتام رسالہ ادلہ التقیہ در ثبوت تقیہ

من کلام مستطاب فضائل شیمی جلی جناب سید حافظ علی سلمہ الواحد العلی بحرمۃ النبی والولی ستوطن قصبہ سوہ ناظم محکمہ بندوبست

الہام باشد بگفتا نیک بین تحریر نغز

ستارہ ثاقب بود تاریخ این تحریر نغز

۱۲ ۸۱ ہجری